


# خدام الدین

## اسلامی نصب العین

اسلامی نصب العین محض نظریاتی اور غیر عملی اصولوں پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کا عملی ثبوت عہد رسالت اور خلفاء راشدین کے دور میں پیش کیا جا چکا ہے اور اس کے نتائج تاریخ کے صفحات پر ثبت ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام مادیت اور روحانیت دونوں چیزوں کو اعتدال میں لا کر انسان کو اعلےٰ منزلِ مقصود کی طرف لے جاتا ہے۔ اس کے برخلاف مغرب کی موجودہ غیر مذہبی تحریکیں اور نئے نئے نظریات انسان کو پستی کی طرف لے جا رہے ہیں۔

سید رشید احمد ارشد

۱۴ ربیع الاول ۹۷ھ | ۴ مارچ ۷۷ء

# احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

## قیامت کے دن پانچ سوال

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن آدمؑ کے بیٹے کے قدم اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پائیں گے۔ جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں جواب طلب نہ کر لیا جائے گا۔ اول عمر کی بابت کہ کن باتوں میں کھوئی؟ دوسرا جوانی کی بابت کہ کن باتوں میں گنوائی؟ تیسرا مال کی بابت کہ کہاں سے کمایا؟ چوتھا یہ کہ کن باتوں میں لٹایا، پانچویں یہ کہ علم سیکھ کر اس پر عمل کیا اور کتنا کیا؟

آدمی کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو شتر بے مہار سمجھتا ہے۔ وہ اس بھول میں گرفتار ہے کہ کوئی اس کا محاسبہ کرنے والا نہیں یعنی جو چاہے کھائے جو چاہے پیئے اور جو چاہے کرے کوئی اس سے پوچھنے والا نہیں۔ کہ تو نے کیا کھایا، کہاں سے کمایا اور کیوں کھایا۔ کیا پیا اور کیوں پیا، کیا کیا اور کیوں کیا۔ کہاں گیا اور کیوں گیا، کیا پڑھا اور کیوں پڑھا۔ کیا کمایا اور کیسے کمایا۔ اور پھر وہ کمائی کہاں اور کیسے خرچ کی۔ بے فکری اور لاابالی پن کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا نام شخصی آزادی رکھا گیا ہے اس کے بڑے بڑے لوگ حامی ہیں۔ ان کے منہ میں ہر وقت یہی ہے کہ ہر شخص کو آزاد ہونا چاہیے کہ اونٹ کی طرح منہ اٹھا کر جہاں چاہے جائے جس چیز پر چاہے منہ مارے کسی کو سینگ کسی کو روندے اور مزے سے دندناتا پھرے تماشا یہ ہے کہ یہی آزادی کے حامی زبان سے تو یہ کہتے ہیں لیکن جب کوئی شتر بے مہار اور لاابالی انسان آزادی کی ترنگ میں آکر خود ان کی شان میں کوئی گستاخی کر بیٹھے تو پھر اس کو ادھر ادھر سے گھیر کر پکڑ لیتے ہیں۔ اور اس کی ناک چھید کر اس میں نکیل ڈال دیتے ہیں اور سرا اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قید خانے بھرے ہوئے ہیں اور مالداروں اور طاقتوروں کے سوا کسی کی مجال نہیں کہ ذرا بھی ان کے مقرر کئے ہوئے قاعدوں سے ہٹ سکے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان انسان کی آزادی سلب نہیں کر سکتا۔ خود اس کے پیدا کرنے والے نے اس کو اپنے بنائے ہوئے قوانین کا پابند بنایا ہے یہاں تک کہ وہ بے حکم اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا۔ سب سے بڑی روک تو یہ ہے کہ جن چیزوں کے بل پر وہ کودتا ہے۔ یعنی زندگی، جوانی، مال اور علم ان سب کا اسے قیامت کے دن حساب دینا ہوگا۔ اور وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکے گا۔ جب تک وہ ان چیزوں کی بابت سوالات کا جواب نہ دے دے کہ اس نے زندگی کن شغلوں میں بسر کی۔ جوانی سے کیا کام لیا۔ مال کیسے کمایا، اسے کن باتوں میں خرچ کیا۔ علم سے کیا کام لیا۔ اگر غور کیا جائے تو یہ قانون زندگی کا خلاصہ ہے اور دین کا نچوڑ ہے۔ موت ایک دن آنی ہے۔ کوئی اس سے آج تک نہ بچا اور نہ کسی کے بچنے کی امید ہے پھر سوچ سمجھ کر چلو۔ تمہارا ذرا ذرا کام لکھا جاتا ہے اور اس کی بابت ہر ایک سے ایک دن پوچھا جائے گا۔ آج ہم ایک دن کا حساب دینے سے گھبراتے ہیں لیکن مرنے کے

(باقی ۲۸ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد نمبر ۲۲ — شمارہ نمبر ۴۱

جاری کردہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز

مدیر مسئول

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبید اللہ انور

رئیس التحریر

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ

مدیر:

محمد سعید الرحمٰن علوی

ادارہ تحریر

مولانا محمد اجمل

زاہد الراشدی

صالح محمد صفدری

بدل اشتراک

سالانہ — ۴۰.۰۰

ششماہی — ۲۰.۰۰

سہ ماہی — ۱۰.۰۰

فی پرچہ — ایک روپیہ

# فیصلہ کی گھڑی!

محترم قارئین! یہ شمارہ ۴ مارچ ۱۹۷۷ء کا ہے اور ۷ مارچ ۱۹۷۷ء کو پاکستان میں قومی اسمبلی کا انتخاب ہوگا جس کی تیاریاں اس وقت پورے عروج پر ہیں۔

یہ انتخاب براہ راست پاکستان قومی اتحاد اور پاکستان پیپلز پارٹی کے درمیان ہو رہا ہے اور ملک و ملت کے مستقبل پر اس کے انتہائی اہم اثرات مرتب ہوں گے۔

جہاں تک مملکتِ پاکستان کا تعلق ہے اس کے متعلق یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ اس کا قیام ایک خاص نظریہ کا مرہونِ منت ہے اور وہ نظریہ ہے ——— خدا کے بندوں پہ خدا کی حکومت!

لیکن یہ ایک تلخ اور اندوہناک حقیقت ہے کہ پاکستان میں مختلف ادوار میں برسرِ اقتدار پارٹیوں نے اس طرف قطعاً کوئی توجہ نہ دی۔ اور اسلامی آئین چھوڑ کر یہاں کسی بھی قسم کا آئین نافذ نہ کیا گیا۔ بلکہ آئین کے لیے کی جانے والی ہر کوشش سبوتاژ کر دی گئی۔ ان کوششوں کو سبوتاژ کرنے میں جن جن پردہ نشینوں نے حصہ لیا ان کے ذکر کرنے سے شاید اس وقت کوئی فائدہ نہ ہو۔

ایوبی دور کا آئین چند سال یہاں نافذ رہا لیکن وہ آئین نہیں تھا بلکہ آئین کے ساتھ ایک بھونڈا مذاق تھا۔ اس آئین کا مقصد محض ایوب خان کی ذات کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کرنا تھا اور جب ایوب خان اپنے ہی جلائی ہوئی چتا کی نذر ہو گئے تو یحییٰ خان نے ملک کی زمامِ اقتدار سنبھالی۔ یہ بات اب کوئی راز نہیں رہی کہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کا ابتدا ہی سے یحییٰ خان سے گٹھ جوڑ تھا اور یحییٰ خان نے ایوب خان کو ہٹا کر انہیں صدر بنانے کا وعدہ کیا تھا لیکن بعد میں یحییٰ خان اس سے مکر گئے اور بھٹو صاحب منہ دیکھتے رہ گئے۔

یحییٰ خان نے ملک میں انتخاب کرایا اور اس کے لیے کچھ اصول بھی وضع کئے جن سے دیندار قوتوں کو یقیناً تحفظ ملتا تھا اور لادینی قوتوں کی حوصلہ شکنی ہوتی تھی لیکن بدقسمتی سے یحییٰ خان اپنے ہی وضع کردہ قوانین پر

عمل درآمد کرانے میں ناکام رہا۔ اور ملک میں بعض پارٹیاں اور سیاست دان انتہائی ڈھٹائی سے ان کی دھجیاں بکھیرتے رہے۔ اس سلسلہ میں مسٹر بھٹو سرفہرست ہیں جنہوں نے اپنی "جدید تثلیث" کی بنیاد پر اسلام کی جامعیت اور اس کے مکمل ضابطۂ حیات ہونے کے مسلمہ عقیدے کو چیلنج کیا اور اس طرح اس ملک میں پہلی دفعہ اسلام اور اسلامی آئین کے خلاف ذہن تیار کیے گئے۔

الیکشن کے نتائج بھٹو صاحب کی توقع کے خلاف تھے۔ انہیں اپوزیشن کے بنچوں پر بیٹھنا پڑتا تھا لیکن وہ اس کے لیے تیار نہ تھے اور اخبارات کی فائلیں گواہ ہیں کہ انہوں نے واضح طور پر کہا تھا کہ ہم نے اپوزیشن کے بنچوں پر بیٹھنے کے لیے انتخاب نہیں لڑا۔ چونکہ اس کی سوچ و فکر خود غرضی، ہوس پرستی اور اقتدار کی شدید خواہش کے اردگرد گھومتی تھی۔ اس لیے انہوں نے ہر وہ اقدام کیا جو ملک و ملت کے لیے زہر قاتل تھا۔

آخر میں وہ یحییٰ خاں کے وزیر خارجہ کی حیثیت سے اقوام متحدہ بھی تشریف لے گئے تاکہ "مرحوم مشرقی پاکستان" کی زمین پر ہونے والی جنگ رکوائی جا سکے۔ اور اپنے ہی ملک کے اس حصہ کو جنگ کی تباہ کاریوں سے بچا کر محفوظ کیا جا سکے۔ لیکن انہوں نے اس کے لیے ہونے والی ہر کوشش کو سبوتاژ کیا اور آخر میں پولینڈ کی قرارداد کو پھاڑ کر دراصل مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا راستہ پوری طرح ہموار کر دیا۔

آج بڑی مدت کے بعد وہ کہتے ہیں کہ میں نے پولینڈ کی قرارداد نہیں اپنی تقریر کے نکات پر مشتمل کاغذ پھاڑا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ ۱۹۷۱ء کے بعد آج ۱۹۷۷ء میں یہ بات کہنا محض حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔

۱۹۷۱ء کے خونی سال میں انہوں نے یحییٰ خاں سے اقتدار کا چارج لیا اور پھر اس ملک میں جو کچھ کیا وہ کوئی ڈھکی چھپی داستان نہیں۔ انہوں نے اسلامی نقطۂ نظر سے ملک کی کوئی خدمت نہ کی۔ وزارت امور مذہبیہ کا قیام اسلام کی خدمت نہیں بلکہ اسلام کے خلاف سازش ہے۔ اسی طرح دوسرے مسائل جن کا آج وہ یا ان کے حواری بڑے طمطراق سے ذکر کرتے ہیں ان کی حیثیت بھی ایک دھوکہ اور سراب سے زیادہ نہیں اور ہم اس سے قبل ادارتی کالموں میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔

جمہوری نقطۂ نظر سے سیاسی مخالفین کو جس طرح ستایا گیا، ان کا جینا دوبھر کر دیا گیا، انہیں قتل کر دیا گیا، ڈنڈے مروائے گئے، بے عزتی کی گئی، وہ کوئی ایسی داستان نہیں جس کا اہل وطن کو علم نہ ہو، خارجی نقطۂ نظر سے انہیں بڑا ناز ہے کہ مجھ جیسا دنیا میں کون ہے۔ لیکن "ایٹمی پلانٹ" کا چکر ہی ان کی خارجی پالیسی کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔

معاشی حالات آپ کے سامنے ہیں۔ آج ملک معاشی زبوں حالی کا شکار ہے۔ افراطِ زر، لوٹ کھسوٹ، چوربازاری جیسے جرائم نے ملک کو تباہی کے کنارے پہنچا دیا ہے اور ملک کے عام لوگوں کو جانکاہ محنت کے بعد بھی پیٹ بھر کر روٹی میسر نہیں۔

الغرض مختصر لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ

ع تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

اس پس منظر میں ان کا "اعلان انتخاب" ان کے لیے باعث مصیبت بن گیا۔ حزب اختلاف کا وسیع تر اتحاد قیادت، سیٹوں کی تقسیم اور منشور جیسے مسائل کے خوش اسلوبی سے حل ہونے سے ان کی نیند حرام ہو گئی ہے اور آج وہ اور ان کے گنے چنے رفقاء قومی اتحاد کے منشور پر برس رہے ہیں۔ لیکن آج تک کوئی ایسا اعتراض سامنے نہیں آیا جس میں کوئی وزن ہو یا جسے قابل اعتناء سمجھا جائے بلکہ بعض اعتراضات تو ایسے ہیں جو خدا کے قہر کو غضب دینے کے مترادف ہیں۔

مثلاً بھٹو صاحب کے نفس ناطقہ مسٹر پیرزادہ معاشی دنیا میں قومی اتحاد کے پروگرام کو بری طرح لتاڑ رہے ہیں۔ اور انہوں نے زکوٰۃ و عشر کا بے دردی سے مذاق اڑایا اور ایک موقعہ پر انہوں نے "عشر" کو ظالمانہ نظام تک قرار دیا۔

اس قسم کی باتوں سے "زبان" کے ساتھ ساتھ "ذہن" کے بگڑنے کا اندازہ ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ قائد عوام اور ان کے رفقاء کو اپنی شرمناک شکست یقینی نظر آ رہی ہے۔

ساتھ ہی جوں جوں انتخاب کی گھڑی قریب آ رہی ہے پی پی پی کے لوگوں کی طرف سے قومی اتحاد کے جلسوں اور جلوسوں پر پتھراؤ، تشدد کی کارروائیاں اور اشتعال انگیز

(باقی ۲۸ پر)

# جنّت تمہاری منتظر ہے




جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

بعد الحمد والصلوٰۃ:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ
اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ...... وَبَشِّرِ
الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (صدق اللہ العظیم)

سورہ توبہ کی دو آیتیں تلاوت کی گئیں۔ ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:۔

"اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنّت ہے۔ لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔ وعدہ ہو چکا ہے اس کے ذمہ پر سچا توریت اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ، سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اس سے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔ وہ توبہ کرنے والے ہیں، بندگی کرنے والے، شکر کرنے والے، بے تعلق رہنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، حکم کرنے والے نیک بات کا اور منع کرنے والے بری بات سے اور حفاظت کرنے والے ان حدود کے جو باندھی اللہ نے اور خوشخبری سنا دے ایمان والوں کو۔" (حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ)

## متعلقہ مضامین

ان آیات میں جو مضامین ہیں ان کو بطور خلاصہ یوں ذکر کیا جا سکتا ہے۔

- اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان و مال کا سودا کر لیا۔ اور اس کے بدلے جنّت عطا فرمانے کا وعدہ ہوا۔
- ان کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی جان بارگاہ ربوبیت میں پیش کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد کیا ہو؟ ماریں یا مارے جائیں۔ دونوں صورتوں میں سودا صحیح ہے۔
- وعداً علیہ حقاً میں واضح کیا ہے کہ یہ وعدہ قرآن سمیت پچھلی آسمانی کتابوں میں بھی موجود تھا اور چونکہ اللہ سے زیادہ کوئی سچا نہیں لہٰذا اس سودے پر ناز کرو اور خوشیاں مناؤ کہ یہی کامیابی ہے۔
- دوسری آیت میں ان خوش بخت افراد کی چند خوبیوں کا تذکرہ ہے۔

## کمال فضل و احسان

جان و مال کے بدلے "جنت" کے سلسلہ میں اللہ کا ارشاد جو پہلی آیت کی ابتدا میں ذکر ہے، بالکل واضح ہے اور اللہ کے کمال فضل و احسان کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ "انسان کا جان و مال" اس کا نہیں بلکہ خدا کا ہے، اللہ رب العزت کے قبضہ میں ہے جب چاہے جان لے لے، جب چاہے مال لے لے۔ انسان کے ساتھ جان و مال کی نسبت محض برائے نام ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ "سودے" کی بات کرتے ہیں۔ انسان اپنے مقدر پر جتنا بھی ناز کرے کم ہے کہ دینے والے نے دے کر پھر فرمایا کہ میری دی ہوئی چیز مجھے دے دو تو اس کے بدلے تمہیں "جنت" دوں گا۔ جنّت کیا ہے؟ جنّت وہ ہے جس کی برکات

اور نعمتوں کا تصور بھی مشکل ہے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں :—

"اس سے زیادہ سود مند تجارت اور عظیم الشان کامیابی کیا ہوگی ؟ کہ ہماری حقیر سی جانوں اور فانی اموال کا خداوند قدوس خریدار بنا۔ ہماری جان و مال فی الحقیقت اس کی مملوک و مخلوق ہے۔ محض ادنیٰ ملابست (برائے نام تعلق) سے ہماری طرف نسبت کرکے "مبیع" قرار دیا (جو چیز خریدی جائے) جو عقد بیع میں مقصود بالذات ہوتی ہے اور جنت جیسے اعلیٰ ترین مقام کو اس کا "ثمن" بتلایا۔ جو مبیع تک پہنچنے کا وسیلہ ہے"

حدیث میں نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ "جنت" میں وہ نعمتیں ہوں گی جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی بشر کے قلب پر ان کی کیفیات کا خطور ہوا۔

اب خیال کرو کہ جان و مال جو برائے نام ہمارے کہلاتے ہیں انہیں جنت کا ثمن نہیں بنایا۔ نہ یہ کہا کہ حق تعالیٰ "بائع" (بیچنے والا) اور ہم مشتری (خریدار) ہوتے۔ نوازش کی حد ہوگئی کہ ذرا سی چیز کے (حالانکہ وہ بھی فی الحقیقت اسی کی ہے) معاوضہ میں جنت جیسی لازوال اور قیمتی چیز کو ہمارے لیے مخصوص کر دیا۔ جیسا کہ "بالجنۃ" کی جگہ "بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے۔

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
آنچہ در وہمت نہ آید آں دہد

رہ گئی جان و مال کی خریداری ؟ تو کیا وہ ہمارے قبضہ میں سے لے لیے گئے ؟ اس کی کیا صورت ہے۔ اس کے متعلق مولانا عثمانیؒ فرماتے ہیں :

"مطلوب تو اس قدر ہے کہ جب موقع پیش آئے جان و مال خدا کے راستے میں پیش کرنے کے لیے تیار رہیں، دینے سے بخل نہ کریں، خواہ وہ لیں یا نہ لیں۔ اسی کے پاس چھوڑے رکھیں اسی لیے فرمایا۔ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون۔ یعنی مقصود خدا کی راہ میں جان و مال حاضر کر دینا ہے بعدہٗ ماریں یا مارے جائیں دونوں صورتوں میں عقد بیع پورا ہو گیا۔ اور یقینی طور پر ثمن کے مستحق ٹھہر گئے"

ایک شبہ یہ بھی ممکن ہے کہ جان و مال تو لیا جاتا ہے لیکن ثمن (جنت) نقد نہیں ادھار ہے ؟ اس کے لیے مولانا عثمانی قرآن کی روشنی میں فرماتے ہیں :۔

وعداً علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن۔ یعنی زرثمن کے مارے جانے کا کوئی خطرہ نہیں۔ خدا تعالیٰ نے بہت تاکید و اہتمام سے پختہ دستاویز لکھ دی ہے جس کا خلاف ناممکن ہے۔ [illegible] بڑھ کر صادق القول، راست باز اور وعدہ [illegible] کوئی دوسرا ہو سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں۔ [illegible] کا ادھار بھی دوسروں کے نقد [illegible] درجہ پختہ اور بہتر ہوگا۔ پھر مومنین کے لیے خوش ہونے اور اپنی قسمت پر نازاں ہونے [illegible] سے بہتر کون سا موقع ہوگا کہ خود رب العزت ان کا خریدار ہے اور اس شان سے ہے۔ [illegible] حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ یہ وہ بیع ہے جس کے بعد اقالہ کی کوئی صورت ہم باقی رکھنا نہیں چاہتے۔

حق تعالیٰ اپنے فضل سے ہم ناتوانوں کو ان مومنین کے زمرہ میں محشور فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا عثمانی قدس سرہ کے فاضلانہ قلم سے جو ارشادات نقل ہوئے ان سے بات واضح اور نکھر کر سامنے آگئی۔ اور اللہ کے یہاں مومنین کا جو مقام ہے اس کی نشاندہی ہوگئی۔ نیز اللہ اپنے بندوں پر کس حد تک مہربان ہے اس کے متعلق معلوم ہو گیا۔

## مومنین کے کام

دوسری آیت میں چند خصوصیات و خصائص کا ذکر ہے جن کا تعلق اہل ایمان سے ہے۔

التائبون (توبہ کرنے والے) انسانی فطرت میں جو کمزوریاں ہیں ان کی بنا پر خطاء و لغزش اور بھول چوک بعید نہیں [illegible] لیکن رحیم خدا نے کرم کیا۔ توبہ و رجوع کا

دروازہ بنا ڈالا۔ تاکہ اپنے اوپر ظلم کرنے والا ندامت کے آنسو بہا کر میری رحمت کا مستحق ہو سکے۔ یقین فرمائیں کہ جب ندامت کے آنسو بہتے ہیں تو پروردگار عالم کی رحمت بندہ کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اور سورۃ نساء میں ہے کہ ایسے بندوں کی توبہ قبول کرنا اللہ کے ذمہ لازم ہے جو نادانی کی وجہ سے جرم کر بیٹھتے ہیں اور پھر اس پر اصرار نہیں کرتے بلکہ احساس ہوتے ہی رحمت باری کو متوجہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔"

العابدون عبادت کا معنی بندگی کا ہے "تذلل اور عاجزی کا ہے۔ عاجزی صرف خدا کے حضور ہونی چاہیے اس لئے کہ سب کچھ اسی کے قبضہ میں ہے۔ اور جب اسی کے قبضہ میں سب کچھ ہے تو پھر عبادت اسی کی ہونی چاہیے۔

حضور علیہ السلام بے پناہ عبادت کرتے جسم متورم ہو جاتا۔ سوال کرنے پر فرماتے۔

اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ کیا میں اللہ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟

عبادت و بندگی انسانیت کا وہ کمال ہے جس پر انبیاء و صلحاء بھی ناز کرتے ہیں۔

اسی طرح حامدون کا مسئلہ ہے جس کا معنی شکر گزار کا ہے اور ظاہر ہے کہ جو سب کچھ دیتا ہے اس کی شکرگزاری تقاضائے شرافت ہے۔

سائحون کا معنی "بے تعلق رہنے والا" کیا گیا۔ اس میں روزہ دار، مہاجرین، مجاہدین اور طلبہ شامل ہیں کہ یہ سب اپنے اپنے دائرہ میں "سائح" ہیں۔

آگے رکوع وسجدہ کا ذکر ہے جو نماز کا اہم ترین حصہ ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جہاں تک تعلق ہے تو اس سلسلہ میں بارہا مرتبہ یہ عرض کیا گیا کہ امت کی فضیلت کا راز ہی اس میں ہے کہ وہ نیکی پھیلائے اور بدی مٹائے۔ طاقت ہو تو طاقت سے ورنہ زبان سے اور کم از کم برائی کو دل ہی سے برا جانے خود الگ تھلگ رہے اور نیکی کے کام بجا لائے۔

اور آخر میں حدود الٰہی کی حفاظت کا ذکر ہے۔

## مقام تأسف

افسوس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اتنا کرم کیا لیکن مسلمان اپنے مقام کو چھوڑ کر بھول بھلیوں میں مبتلا ہو گیا۔ خیر و نیکی کے کام اس نے چھوڑ دیئے، خدا سے دور ہو گیا۔ غفلت و مدہوشی کے عالم میں وقت گذارنا شروع کر دیا اور ایسی ایسی حرکات شروع کر دیں جو اسلام دین کے لازمی تقاضوں کے بالکل برعکس اور منافی ہیں۔ آج عقیدہ، عمل، اخلاق و کردار غرضیکہ ہر اعتبار سے مسلمان زبوں حالی کا شکار ہے۔ لیکن ان تجزیوں کے اسباب پر گفتگو کرتے ہوئے عجیب عجیب باتیں کرتا ہے حالانکہ اصل سبب دین اسلام سے دوری اور اپنے پیدا کرنے والے کے احکام سے روگردانی ہے۔

ورنہ انسان کی فضیلت و کمال تو اتنی ہے کہ وہ مسجود ملائکہ ہے۔ خدا نے اپنے قدرت کے ہاتھوں سے بنایا۔ علم کے خزانے اس کے لیے کھول دیے۔ زمین و آسمان اور پوری مخلوق اس کے لیے مسخر کر دی اور اسے ہر طرح نہال کر دیا۔

## اب ضرورت ہے

کہ اصلاح انقلاب ذہنی کا عمل پوری تیزی و اجتماعی قوت سے شروع کر دیا جائے اور اس سے پہلے کہ وہ عام طور پر کسی مصیبت کا شکار ہو اپنے کو بچا لیا جائے۔

خدا ہمیں عمل کی توفیق دے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

---

## اقوالِ زرّیں

● امید نہ رکھو کسی سے مگر اپنے رب سے اور نہ ڈرو کسی سے مگر اپنے گناہ سے، اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے۔

● تلوار کا زخم جسم کو زخمی کرتا ہے لیکن بری بات روح کو گھائل کرتی ہے۔ (حضرت عثمانؓ)

عالم اسلام کا عظیم پیشوا

# حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

از قلم: محمد رمضان علوی گوجرانوالہ

## جانشین رسول ـــــ ایک عظیم سیاستدان

جہاں نثاری و محبت کی داستانیں دنیا کی تاریخ میں عجیب و غریب ملتی ہیں۔ مگر جو عشق و محبت کا کمال شاگردان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ میں جاگزیں و دل نشین ہوا۔ اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی وہ لوگ اپنی جان و مال عزیز و اقارب، دولت و احباب گھر بار سب کچھ آنحضرت علیہ التحیۃ والثناء کی محبت میں قربان کر دینے کے لئے ہر وقت مضطرب و بے قرار رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر گردنیں کٹوا دینے کو فخر و عزت سمجھا۔ محبتِ نبی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم میں اپنے بیوی بچے وطن تن من دھن قربان کر دینے میں کچھ فکر کی بھی نوبت نہ آئی۔ جہاں صحابہ کرامؓ کو خطرہ ہوا کہ اعداء کی طرف سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو کانٹا چبھے گا وہاں اپنی گردنیں کٹوانے میں تو کوئی حرج اور باک محسوس نہ کی۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کانٹا نہ چبھنے دیا۔ ہر مشکل سے مشکل گھڑی میں حضور علیہ التحیۃ والثناء کے گرد جمع رہے۔ کسی لمحہ بھی آپؐ کا مبارک مقدس دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا!

لیکن بایں ہمہ انسان کی تاریخ بھی بوالعجبی کا مجموعہ ہے۔ اگر ماننے پر آتا ہے تو تسلیم و رضا کا پیکر بن کے لکڑی اور پتھر کی بے جان اور بے حس مورتیوں کے سامنے اپنی جبینِ نیاز خم کرتے ہوئے سربسجود ہو جاتا ہے۔ اور اگر انکار کرنے پر آتا ہے تو اپنے حقیقی خالق و مالک خدائے لم یزل پروردگار عالم ذات واجب الوجود کو بھی بھول جاتا ہے۔ چنانچہ اس دھرتی میں ایسے ظالم لوگ بھی موجود ہیں جو اللہ ذات واجب الوجود کا انکار کرنے پر فخر و ناز کرتے ہیں اور اس چشم فلک نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے مقرب ترین انسانوں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں بدگوئی اور بدزبانی کرنے میں کمال اور کامیابی و کامرانی سمجھتے ہیں اور ایسے شقی و بدبخت بھی ہیں جو محسنِ کائنات ہادیٔ موجودات رحمۃ للعلمین تتمہ دورِ زماں صفوۃ آدمیاں حضرت محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی ذات قدسی صفات پر گوناگوں اور قسم قسم کے طعن و تشنیع سے اپنے قلوب کی بھڑاس نکالتے ہیں۔ اسی طرح اس کرۂ ارضی پر ایسے احسان فراموش اہل اسلام کہلانے پر مُصر لوگ بھی موجود ہیں جو سید المرسلین امام الانبیاء کی رسالت و نبوّت پر ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوصف آپ کے خلفاء و رفقاء اور جاں نثاروں رات دن کے خدمت گذاروں پر سب و شتم و تبرا اور لعن طعن کرنے میں کمال اور فوز عظیم سمجھتے ہیں اور بھولے بھالے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے اس فتنہ اور ناپاک نہایت قبیح تحریک میں شریک و شامل ہونے کی دعوت دیتے پھرتے ہیں۔ بایں ہمہ ان کے خرافات اور ناپاک عزائم سے صحابہؓ کی معصوم مبرّہ و منزّہ تاریخ کو رتی برابر بھی نقصان نہیں پہنچتا۔ وہ تو فوز دارین کے بلند و بالا منصب پر فائز ہو چکے ہیں!

صحابہ کرامؓ یوں تو تمام کے تمام آسمان رشد و ہدایت کے درخشندہ ستارے روشنی کے مینار اور اپنی عظمت و جلالت میں یکتائے روزگار ہیں۔ مگر ان میں سے جو درجات و مراتب حضرات خلفائے راشدین کو حاصل ہیں۔ ان کی نظیر رہتی دنیا تک نہیں مل سکتی فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ خلافت کے اعتبار سے تو خلیفہ دوم ہیں۔ مگر بعض امتیازی خصوصیات کی بنا پر سائر اصحابِ رسولؐ میں نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد دین فطرت اور امّتِ مسلمہ کی پاسبانی کا کام ایک غیر معمولی بلکہ اس سے بھی زیادہ ایک بوجھل پہاڑ تھا یہ ناقابل برداشت بوجھ اسلام کے دو مخلص ترین فرزندوں نے متحد ہو کر اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ ان میں پہلی شخصیت حضرت صدیق اکبرؓ کی تھی اور دوسری شخصیت حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کی کیفیت یہ تھی کہ انہیں ایک طرف فراقِ

(باقی ۱۶ پر)

ثمرات الاوراق

(مسلسل)

# انتخاب لاجواب

خطیب اسلام مولانا محمد اجمل صاحب مدظلہ، لاہور

## حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی ایک سرکاری عالم کو نصیحت

حضرت اسماعیل بن علیہ کا تقرر بصرہ کے صدقات پر والی کی حیثیت سے ہو گیا۔ جب حضرت عبداللہ بن مبارک کو معلوم ہوا کہ انہوں نے سرکاری عہدہ قبول کر لیا ہے تو سخت رنجیدہ ہوئے اور سالانہ ہدیہ جو ان کو بھیجا کرتے تھے بند کر دیا تو اس پر ابن علیہ نے ایک عریضہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی خدمت میں ارسال کیا۔ جس میں لکھا تھا کہ مجھ کو جناب کے سالانہ عطیہ کا انتظار تھا۔ لیکن نہ ملنے پر میں یہ سمجھا کہ جناب مجھ سے کبیدہ خاطر ہیں۔ اگر مجھ کو اپنی غلطی معلوم ہو جائے تو اس پر اظہار معذرت کروں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے جواب حسب ذیل اشعار میں تحریر فرمایا:۔

يَا جَاعِلَ الْعِلْمِ لَهُ بَازًا
يَصْطَادُ أَمْوَالَ الْمَسَاكِينِ

ترجمہ: اے علم کو ایسا باز بنانے والے جو غریبوں کے مال کو شکار کرے۔

اِحْتَلْتَ لِلدُّنْيَا وَلَذَّاتِهَا
بِحِيلَةٍ تَذْهَبُ بِالدِّينِ

ترجمہ: تو نے دنیا اور اس کی لذتوں کے لیے ایسا حیلہ تراشا ہے جو دین کو لے ڈوبے گا۔

فَصِرْتَ مَجْنُونًا بِهَا بَعْدَ مَا
كُنْتَ دَوَاءً لِلْمَجَانِينِ

ترجمہ: تو دنیا کی محبت میں پاگل بن گیا۔ حالانکہ تو خود دیوانوں کے لیے دواء کا حکم رکھتا تھا۔

أَيْنَ رِوَايَاتُكَ فِيمَا مَضَى
عَنِ ابْنِ عَوْنٍ وَابْنِ سِيرِينَ

ترجمہ: گزشتہ زمانہ میں تو ابن عون اور ابن سیرین سے جو روایات بیان کرتا تھا۔ اب وہ کہاں ہیں؟

وَدَرْسُكَ الْعِلْمَ بِآثَارِهِ
وَتَرْكُكَ أَبْوَابَ السَّلَاطِينِ

ترجمہ: اور وہ تیرا درس علم اور بادشاہوں کے دروازوں کو ترک کر دینا کہاں ہے؟

تَقُولُ أُكْرِهْتُ فَمَا ذَا كَذَا
زَلَّ حِمَارُ الْعِلْمِ فِي الطِّينِ

ترجمہ: تو کہتا ہے کہ میں (شاہی نوکری قبول کرنے پر) مجبور کر دیا گیا تھا مگر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ علم کا گدھا کیچڑ میں پھسل گیا۔

ابن علیہ نے جب یہ اشعار پڑھے تو فوراً ہارون کے دربار میں حاضر ہوئے اور فرمایا امیر المومنین! میرے بڑھاپے پر رحم کیجئے، مجھ میں گناہ کی طاقت نہیں۔

ہارون نے کہا شاید اس مجنون (عبداللہ بن مبارکؒ) نے تم کو بہکا دیا ہے۔ مگر ابن علیہ اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ہارون نے ان کو قضاء سے علیحدہ ہونے کی اجازت دے دی۔

## والدہ کی بددعا کا نتیجہ

مشہور مفسر اور لغوی امام جار اللہ زمخشریؒ کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ حضرت دامغانیؒ نے ان سے ٹانگ کے بیکار ہونے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا جب میں چھوٹا تھا تو میں نے ایک چڑیا کو دھاگے سے باندھ کر اس زور سے کھینچا تھا کہ اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ یہ دیکھ کر میری والدہ رنجیدہ ہوئیں اور فرمایا کہ خدا تمہاری بھی

ایک ٹانگ ضائع کرے۔ بات گئی گذری ہو گئی لیکن جب میں طلب علم کے لیے بخارا روانہ ہوا تو سواری سے گر پڑا اور میری ٹانگ ضائع ہو گئی۔ آج بھی سوچتا ہوں تو صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ یہ حادثہ میری والدہ کے کہنے کے عین مطابق ہوا۔ (معجم الادبا ج ۷ ص ۱۴۷)

## جاہل پیر کے ہفوات

شاہجہان فقیروں سے بہت حسن عقیدت رکھتا تھا۔ ان کے زمانہ میں ایک اور معمر دکان کھول بیٹھا۔ دارا شکوہ کی پیر پرستی تو مشہور ہے۔ وہ اس بڑھے فقیر کا بہت معتقد ہو گیا اور باپ سے اصرار کرنے لگا کہ آپ شاہ صاحب کی خدمت میں ضرور تشریف لے چلیں۔ حضرت بڑے باکمال بزرگ ہیں۔ بیٹے کے اصرار پر شاہجہان ایک دن اس شاہ صاحب کی ملاقات کے لیے گیا اور اس کے ہمراہ نواب سعد اللہ خان اور عالمگیرؒ بھی تھے۔ ان سب نے اس جاہل پیر سے ملاقات کی۔ کچھ دیر خاموشی کے بعد نواب سعد اللہ خاں نے گفتگو شروع کی۔ شاہ صاحب سے دریافت کیا کہ حضور کا سن شریف؟ فرمانے لگے۔ صحیح عمر تو یاد نہیں۔ دو جنگیں یاد ہیں۔ ایک تو میرے بچپنے میں ہوئی تھی اور ایک میں میں خود شریک ہوا تھا۔ نواب صاحب نے دونوں دریافت کیں۔ یہ فرمانے لگے۔ ایک تو الکوہین کی جو یزیدوں کے ساتھ ہوئی تھی اس وقت میں بچہ تھا۔ دوسری امیر تنبور کی جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہوئی تھی۔ اس وقت میں جوان تھا اور امیر تنبور کی فوج میں تھا۔ اس بڑھے جاہل مردود کا مقصد یہ تھا کہ شاہی خاندان سے قدیم وفاداری ثابت کی جائے۔

شاہجہان نے غصہ میں کہا۔ اس کم بخت نے تو میرے جد امجد کو بھی کافر بنا دیا ہے۔ نواب صاحب نے کہا۔ جہاں پناہ! قطع نظر کفر و ایمان کے حضرت کو تاریخ دانی میں کیسا زبردست ملکہ اور ید طولیٰ حاصل ہے۔

## ایک صوفی درویش کا جاگیر لینے سے انکار اور بادشاہ کو نصیحت

شاہنشاہ عالمگیرؒ نے اپنے بیٹے سلطان محمد اعظم شاہ بہادر کے نام رقعات عالمگیری (رقعہ ۲۲) میں ایک بزرگ میاں عبد اللطیف صاحب کے متعلق لکھا ہے۔ ایک روز ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باتوں باتوں میں ان سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو خانقاہ کے اخراجات کے لیے چند دیہات مقرر کر دیے جائیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔

؎ شاہ ما را دہ دہد منت نہد
رزاق ما رزق بے منت دہد

ترجمہ: بادشاہ ہم کو گاؤں دے گا اور ہم پر احسان کرے گا۔ حالانکہ ہمارا روزی دینے والا خدائے پاک بغیر احسان کے دیتا ہے۔

ہم نے کہا یہ بالکل بجا اور درست ہے مگر فقیر اور اللہ والوں کی خدمت میں حاضر ہونا دنیوی خیر و برکت، تندرستی، زیادتی نعمت، دولت کی دعا حاصل کرنے کی غرض سے ہوتا ہے۔ ہم بلا کسی احسان کے یہ سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ خانقاہ کے اخراجات کے لیے چند دیہات مقرر کر دیے جائیں۔

میاں عبد اللطیف صاحب نے فرمایا۔ اگر باطنی ارادے کی پختگی کے ساتھ بھلائی کرنے کا خیال ہے تو رعایا کو لگان میں رعایت دو۔ بلکہ مناسب ہے کہ ستم رسیدہ محنتی لوگوں کو بالکل معاف کر دو۔ اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے والے گوشہ نشینوں کے روزینے اور وظیفے مقرر کر دو۔ ان کے علاوہ مظلوموں اور دادخواہوں کا اس طرح انصاف کرو کہ کسی کا حق ضائع نہ ہو۔ اور طاقتور لوگ کمزوروں کو ستا نہ سکیں۔

عالمگیرؒ لکھتا ہے۔ میاں صاحب نے اس قدر کہہ کر فرمایا۔ جب اتنی باتوں پر عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ نعمت و دولت میں افزونی عطا کرے گا۔

## اہل اللہ کی قناعت

مولانا شیخ کلیم اللہ جہان آبادی عالم باعمل اور ولی کامل تھے۔ تالیف، تفسیر اور تعلیم حدیث کے سوا آپ کا اور کوئی شغل نہ تھا۔ امراء سلاطین کے پاس نہ کبھی گئے اور نہ کبھی جانے کی خواہش کی، بلکہ خود امراء و رؤسا ملنے کو آتے تھے۔ اور آپ ان کی ملاقات سے پرہیز

(باقی ۱۳ پر)

# سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی شہادت

محمد نواز فاروقی۔ مدرس مدرسہ عربی
نجم المدارس کلاچی۔ ڈی آئی خان

بدر کی جنگ حق و باطل کا فیصلہ کن معرکہ تھا اس میں جو ظالم تھے انہیں شکست ہوئی، اور جو مظلوم تھے اور حق پرست انہیں فتح، تین سو تیرہ کی کمزور اور بے سروسامان اقلیت کے ہاتھ سے ایک ہزار طاقتور اکثریت کا شکست کھا جانا کچھ کم عبرت انگیز نہ تھا اس سے ظالموں کی آنکھیں کھل جانی چاہیئے تھیں مگر ہوش میں آنے کے بجائے اندھے جوش میں آ کر انہوں نے مدینہ پر پھر ایک بہت بڑا حملہ کیا، تاریخ میں یہ واقعہ غزوہ احد، کہلاتا ہے یہ ۳ھ میں پیش آیا، بدر کے معرکہ میں جس شیر خدا، نے سب سے زیادہ باطل پر حق کی دھاک جمائی وہ حضرت حمزہؓ تھے، دونوں ہاتھوں میں تلواریں تھیں شتر مرغ کی کلغی لگائی شیر کی طرح بپھر بپھر کر دشمنوں پر حملہ کر رہے تھے اس دن تنہا حضرت حمزہؓ نے تیس بڑے بڑے بہادر قریشیوں کو قتل یا تھا خاتمہ جنگ کے بعد بدر کے قیدیوں نے پوچھا کہ یہ کلغی لگائے کون کھڑا ہے۔ جواب ملا، یہ حمزہؓ ابن عبدالمطلب ہیں بولے اس معرکہ میں سب سے زیادہ نقصان ہمیں اسی شخص نے پہنچایا ہے، وہ عرب کا البیلا بہادر جو میدانِ جنگ میں احتیاطوں کو بزدلی سمجھتا تھا جو بھرے حرم میں ابوجہل کو للکار سکتا تھا، جو دارِ ارقم میں عمرؓ کی آواز پر آگے بڑھ سکتا تھا جو بدر کے میدان میں بڑے بڑے بہادروں کے چھکے چھڑا سکتا تھا وہ آج پھر اپنی شجاعانہ شہنشاہی کے جوہر کیوں نہ دکھاتا احد میں بھی آپ بڑی بہادری سے لڑے، قریش پہلے ہی سے آپ کے خون کے پیاسے تھے، جبیر ابن مطعم کے چچا عتبہ کو بھی آپ نے بدر میں قتل کیا تھا، اس لئے جبیر خاص طور پر آپ کی تاک میں تھا اس نے اپنے غلام وحشی نامی کو بدلے کے لئے آمادہ کر رکھا تھا اور یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر تو نے حمزہؓ کا کام تمام کر دیا تو میں تجھے آزاد کر دوں گا۔ وحشی ایک چٹان کے پیچھے حمزہؓ کی گھات میں دبکا بیٹھا رہا، لڑتے لڑتے حضرت حمزہؓ اس طرف سے گزرے، وحشی نے حربہ کھینچ کر مارا وہ حربہ آپ کی ناف میں لگا اور پیٹ سے پار ہو گیا۔ حربہ چھوٹے نیزہ کو کہتے ہیں یہ حبشیوں کا خاص ہتھیار جس کے چلانے کی انہیں خاص مہارت ہوتی تھی۔ شیرِ خدا کا وقت آچکا تھا بہت چاہا کہ پلٹ کر حملہ کریں مگر لڑکھڑا کر گر پڑے اور روح پرواز کر گئی، دشمن کی عورتوں نے خوشی کے ترانے گائے ان کے سر بلند ہو گئے۔ ہندہ نے اپنے باپ عتبہ کی موت کا بدلہ لیا، آپ کے ناک۔ کان کاٹے اور ان کا ہار بنا کر گلے میں ڈالا۔ خود اپنا ہار خوشی میں حبشی کو دے دیا اسی پر بس نہیں کی، پھر حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کیا جگر نکال کر چبایا چبا کر تھوک دیا۔ ایسے حالات میں جب کہ حق و باطل فیصلہ کن مرحلوں سے گزر رہے تھے، حمزہؓ جیسے بہادر کی موت کچھ کم افسوسناک نہ تھی اسلام کی شمشیر خارا شگاف ٹوٹ گئی تھی، ہادی اسلام کا مضبوط بازو اور پھر شہادت بھی ایسی مظلومانہ، جنگ کے بعد شہیدوں کو دیکھا گیا، اسلام کے بڑے بڑے بہادر سپوت احد کی خاک پر خون میں نہائے پڑے تھے خود محبوب خدا بھی زخموں میں چور تھے، سرور عالم معائنہ فرماتے ہوئے حضرت حمزہؓ کی لاش پر پہنچے، بہت کچھ صدمہ تھا اور بہت افسوس، مگر حمزہؓ کو دیکھ کر سب کچھ بھول گئے۔ بڑی دردناک حالت تھی اور امام الصابرین کے صبر و ضبط کا پیمانہ چھلک گیا بے ساختہ خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا، چچا جان، تم پر خدا کی رحمتیں برسیں، خالق کا حق ادا کرنے میں بھی بازی لے گئے اور مخلوق کا حق ادا کرنے میں بھی کمال کر دیا۔ دیکھنے والوں میں سے ایک صاحب فرماتے ہیں۔ حضرت حمزہؓ کا بگڑا ہوا چہرہ اور پھٹا ہوا پیٹ دیکھ کر آپ کی چیخ نکل گئی اور نہایت غضبناک ہو کر فرمایا، یہ ظالم اگر میرے قابو میں آ گئے تو میں ایک کے بدلے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا، چچا جان مگر مجھے پھوپھی صفیہ یعنی تمہاری بہن کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہیں اسی طرح بے گور کفن پڑا رہنے دیتا، تاکہ چیل کوے تمہیں کھا جاتے اور قیامت کے دن تم انہی کے پیٹ سے نکل کر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوتے، ایک کے بدلے ستر کا مثلہ کرنے کا عہد محض غصہ کی بات تھی، وحی الٰہی نے فوراً اس کی اصلاح کی، کیونکہ یہ اسلام کے قانونِ عدل کے خلاف تھا آپ نے اس سے رجوع کیا، قسم کا کفارہ دیا

اور لوگوں کو صبر کی تلقین فرمائی۔ حضرت حمزہؓ کی بہن حضرت صفیہؓ نے بھائی کا حال سنا چاہا کہ مظلوم بھائی کو آنکھوں سے دیکھیں تاکہ دل کو صبر آجائے۔ حضورؐ کو اس کا خیال تھا کہ عورت کمزور دل ہوتی ہے اور پھر بھائی کے معاملہ میں! کہیں بہن بھائی کا حال دیکھ کر بیتاب ہو جائے بیتاب ہو کر آہ و زاری شروع نہ کر دے، غازیان اسلام کے دل پہلے ہی زخمی ہیں ذرہ چھیڑنے کی دیر ہے میدان جنگ ماتم کدہ بن جائے گا۔ آپ نے اس خیال سے حضرت صفیہؓ کو بھائی کی صورت دیکھنے کی اجازت نہ دی۔ حضرت صفیہؓ سمجھ گئیں، بیٹے کو حضورؐ کے پاس بھیجا۔ حضرت زبیرؓ نے آکر اپنی ماں کی طرف سے حضورؐ کو اطمینان دلایا آپ نے اجازت دے دی۔

حضرت صفیہؓ اسلام کی ایک بہادر خاتون تھیں۔ جاہلانہ نوحہ ماتم سے انہیں کیا واسطہ تھا، ہاں اتنا ہوا کہ جب بھائی کو دیکھا تو بے اختیار ہو کر رونے لگیں، آخر بہن تھیں، اور بھائی حمزہؓ جیسا بہادر اور سردار اس کی خاک پر اس طرح پڑا تھا کہ ہر دیکھنے والے کا کلیجہ پھٹا جاتا تھا۔ شہید نہ غسل کا محتاج ہوتا ہے نہ کفن کا۔ وہ اپنے خون میں نہایا، پاکوں کا پاک بنا، جن کپڑوں میں شہید ہوا انہی خاک خون میں لتھڑے ہوئے کپڑوں اور زخموں سے چور جسم کے ساتھ خدا تعالیٰ نے اس سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا، لیکن حمزہؓ ان کا پیٹ پھٹا ہوا آنتیں باہر نکلی پڑی تھیں، اس لئے انہیں ایک کپڑے میں لپیٹنے کا حکم دیا گیا۔

حضرت حمزہؓ کو چادر میں لپیٹا گیا لیکن آہ وہ چادر ایسی تھی کہ سر ڈھانکا جاتا تو پیر کھل جاتے تھے اور پیر ڈھانکے جاتے تھے تو سر کھل جاتا، سرور عالم نے حکم دیا کہ سر ڈھانک دیا جائے اور پیروں پر گھاس رکھ دی جائے۔ شہیدوں کے جنازے تیار ہو چکے تو نماز شروع ہوئی سب سے پہلے سید الشہداء افضل الشہداء حضرت حمزہؓ کا جنازہ لایا گیا اور آپؐ نے ان کی نماز پڑھی، یہ اسلام کا وہ پہلا شہید ہے جس پر سب سے پہلے سردار دو عالم نے نماز جنازہ پڑھی۔ حمزہؓ کے بعد جو لاش بھی آتی گئی آپ اسے حمزہؓ کے پہلو میں رکھوا کر اس کی نماز پڑھتے رہے اس لحاظ سے حضرت حمزہؓ پر بہتر دفعہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ صحابہ کرام نے چاہا کہ مجاہدین اسلام کی لاشیں اپنے ساتھ مدینہ طیبہ لے جائیں اور وہیں دفن کریں۔ لیکن جو سرزمین ان عاشقان اسلام کی قربانیوں پر گواہ بنی تھی وہی ان کی بہترین امین ہو سکتی تھی اس لئے آپؐ نے فرمایا، جہاں ان کا خون گرا ہے یہ وہیں رکھے جائیں گے (آنحضرت کا حزن و ملال) پیاروں کی جدائی بڑے داغ پیدا ہوتے ہیں۔ اور ایسے زخم جو ہمیشہ ہرے رہتے ہیں، احد کی سرزمین پر باطل نے حق کی بڑی سخت آزمائش کی تھی بڑے بڑے چوٹی کے بہادر خون میں نہائے ہوئے تھے، مدینہ مبارک میں ہر طرف کہرام مچا ہوا تھا، ایک روز حضور پرنور بنی عبد الاشہل کے محلہ سے گزرے۔ عورتوں کو اپنے عزیزوں کی موت پر روتے سنا، حمزہؓ کی جدائی کا غم تازہ ہو گیا۔ ایک آہ سرد بھری اور فرمایا۔ افسوس، حمزہؓ پہ تو رونے والیاں بھی نہیں۔ دوستوں کو علم ہوا۔ حضورؐ کے جملوں سے دل پر چوٹ لگی۔ اپنا غم بھول گئے۔ بہن بھانجیوں سے کہا۔ جاؤ دولت کدہ نبوت پہ اور حمزہؓ پر گریہ زاری کرو۔

انصار کی عورتیں آئیں اور عرب کے دستور کے مطابق آہ و بکا شروع کر دی۔ حضورؐ کی آنکھ لگ گئی تھی، کچھ دیر کے بعد جب بیدار ہوئے تو فرمایا، یہ اب رو رہی ہیں، بس انہیں منع کر دو اور یہ کہہ دو کہ آئندہ کسی پر نہ روئیں۔ اس کے بعد عرب کا بین و بکا ممنوع قرار دے دیا گیا (قاتل سے بیزاری) توبہ و اصلاح کے بعد نہ پچھلے گناہ پر ملامت جائز ہے اور نہ پچھلی زندگی پر طعنہ دینے کی اجازت ہے۔ وحشی حمزہؓ کے قاتل تھے۔ حمزہؓ جیسے شیدائی اسلام کا قتل اسلام کا عظیم نقصان، سرور عالم کی اذیت کیسے کیسے گناہ جمع ہو گئے تھے مگر اسلام قبول کرنے کے بعد وحشی نہ حمزہؓ کے قاتل رہے نہ اسلام کے دشمن اب وہ ایک مومن تھے اور مومنوں کی طرح اسلام قبول کرنے کے بعد ایک روز وحشیؓ سرور عالم کے پاس حاضر ہوئے، حضورؐ نے پوچھا، کیا تم وہی وحشی ہو۔ عرض کیا۔ جی ہاں۔ فرمایا حمزہؓ کو تم ہی نے قتل کیا تھا۔ عرض کیا۔ سرکار کو جو معلوم ہوا ہے وہ صحیح ہے۔ حضورؐ کے دل میں حمزہؓ کی یاد تازہ ہو گئی۔ مومن وحشی کو سردار دو عالم اور تو کچھ کیا کہہ سکتے تھے، وحی الٰہی باز پرس کر لیتی۔ ہاں صرف اتنا کہا، کیا تم مجھ سے اپنا چہرہ چھپا سکتے ہو۔ وحشی فوراً باہر چلے گئے۔ وحشی اب سچے مومن تھے اور رسول اللہ کے عاشق، محبوب کے تیور دیکھ کر باہر چلے آئے۔ دل پہ سخت چوٹ لگی، ندامت کے مارے تمام عمر حضورؐ کے سامنے تو نہ آئے، ہاں رب غفور سے یہ دعا کرتے رہے۔ خداوندا، اس خطا کار کے چہرے کو تیرے رسولؐ نے ناپسند فرما دیا، لیکن آخرت میں اسے سرخرو کر دیجیو۔ یعنی دنیا تو چند روزہ ہے۔ اس میں تو یہ فراق خود رسول اللہ کی خوشنودی کے لئے برداشت کر لیا جائے گا، لیکن آخرت میں بھی اگر یہ چہرہ حضور کی نظروں میں اتنا ہی ذلیل رہا تو وہاں کا دائمی فراق ناقابل برداشت ہوگا لہٰذا مجھ سے رسول اللہؐ کے دین کی کوئی ایسی خدمت لیجئے کہ یہ ناراضگی محبت میں بدل جائے، حضورؐ کا وحشی کو باہر کر دینا۔ ناراضگی کی بنا پر نہ تھا اور نہ آپ جیسے فراخ دل، شفیق پیغمبرؐ سے اس قسم کی توقع

ہو سکتی تھی۔ یہ صرف اس لئے فرمایا تھا کہ حضرت حمزہؓ کے صدمہ کا گہرا زخم بار بار تازہ نہ ہو۔ دل پیاروں کی مصیبت کو بھولتا نہیں یہ اس کی فطرت ہے اس لئے اس پر رسولؐ سے تو کوئی مواخذہ نہ فرمایا۔ ہاں خدا تعالےٰ نے وحشی کے ٹوٹے دل کی صدا قبول فرما لی۔ سرور دو عالمؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جب جھوٹے نبی۔ مسیلمہ کذاب، پر فوج کشی کی گئی تو اس جنگ میں وحشی نے شرکت فرمائی۔ اس امید پر کہ خدا تعالیٰ اس دشمن رسول خدا کا ان کے ہاتھ سے خاتمہ کرائے گا۔

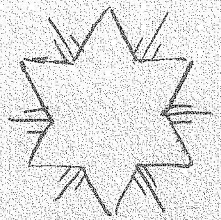
خدا تعالےٰ نے وحشی کی امید پوری فرمائی اور مسیلمہ کذاب حضرت وحشیؓ کی تلوار سے واصل جہنم ہوا۔ حضرت حمزہؓ کا قتل اگر اسلام کا بہت بڑا نقصان تھا تو مسیلمہ کذاب کا قتل اسلام اور ناموس رسالت کی سب سے بڑی خدمت تھی۔

## بقیہ: انتخاب لاجواب

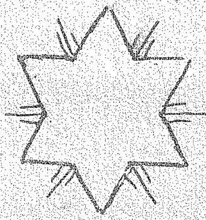
کرتے تھے۔

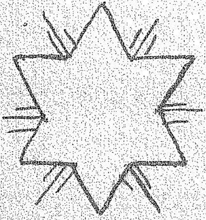
فرخ سیر نے آپ کے علم و فضل کا حال سن کر آپ کا وظیفہ مقرر کرنا چاہا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ اور صرف دو روپے آٹھ آنے ماہوار پر جو آپ کے مکان کا کرایہ آتا تھا گزر اوقات کرتے رہے۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں ہیں

آپ نے دہلی میں بعہد محمد شاہ بادشاہ ۱۱۴۲ھ میں انتقال فرمایا۔



# نوستارے

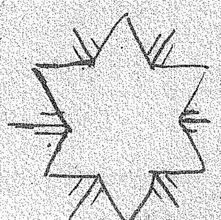


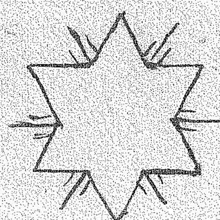


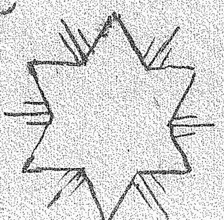
نوستارے، کامیابی کی دلیل — نوستارے، دین و ملت کے وکیل
نوستارے، روشنی ہیں، نور ہیں — نوستارے، آفتاب طور ہیں
نوستارے، چاند سورج کی ضیاء — نوستارے، اہلِ دل، اہلِ وفا
نوستاروں کا نہیں کوئی جواب — نوستارے، ہیں یقیناً کامیاب
نوستاروں کا اگر راج آئے گا — سر پہ پاکستان کے تاج آئے گا
دوستو ہل ہے نشانِ اتحاد — قوم کا ہے امتحانِ اتحاد

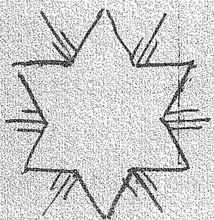
**ظالموں پر ہل چلایا جائے گا**
**کاشتکاروں کا زمانہ آئے گا**

شاعر قومی اتحاد









# روز افزوں فحاشی، عریانی اور بے راہروی کے خلاف جہاد کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے

حاجی کمال الدین جامعہ اسلامیہ شالامار ٹاؤن لاہور ۹

پاکستان کے ہر دردمند، بہی خواہ اور دین پسند جماعتوں کو اس امر کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیئے کہ جہاں وہ ظالمانہ سرمایہ داری سوشلزم، غیر اسلامی نظریات اور دیگر قباحتوں کے خلاف اپنی سرگرمیاں دکھا رہے ہیں، وہاں ملک میں بڑھتی ہوئی عریانی، فحاشی، بے راہ روی ننگے مناظر کی علانیہ نمائش اور شرمناک تشہیر و اشاعت کے خلاف ایک متحدہ محاذ بنا کر اس کے انسداد اور قلع قمع کے لئے بھی میدانِ عمل میں نکل آئیں۔ موجودہ حیا سوزی اور بے حیائی کی ترویج و اشاعت دراصل سوشلزم، یہودیت اور عیسائیت کی ملی بھگت سے اسلام کے خلاف ایک سوچی سمجھی سکیم اور ایک ذلیل سازش ہے۔ جس کی بنیادی غرض و غایت یہ ہے کہ پہلے مسلمانوں کے دلوں سے غیرت ملی، نسوانی حجاب، قومی حمیت اور شرم و حیا کا خاتمہ کیا جائے۔ جب قوم ان امور کو برداشت کرے اور اسلام کی تہذیبی و اخلاقی اقدار کھو بیٹھے تو پھر اس پر جو بھی چھاپ لگائی جائے گی، کامیاب ہوگی۔ چنانچہ اس سکیم کے مطابق سکولوں اور کالجوں میں مخلوط تعلیم، زنانہ لباس میں بے حیائی اور ٹیڈی ازم، عریاں اور سینمائی تصاویر کی چوک ہر چوک نمائش، اخبارات میں فلمی رقاصوں اور عصمت فروش عورتوں، دولہا دولھن کے فوٹو، شارع عام پر جگہ جگہ ننگی اور حیا سوز حرکات کی عکاسی، بڑی بڑی تصاویر رسائل اور اخبارات میں عورتوں کی تشہیر، زنانہ سکولوں اور کالجوں کی سرگرمیاں اور دیگر تقریبوں کی بے پردہ تصاویر، مختلف اشتہارات اور سائن بورڈوں اور کمپنیوں کے لیبلوں پر لازمی زنانہ مناظر کشی۔ علاوہ ازیں عام جنسی لٹریچر کی ترویج و اشاعت، گندے ناول، غیر ملکی مطبوعات، ریڈیو پر عشقیہ فلمی گانے اور جو کسر رہ گئی تھی وہ ٹیلی ویژن پر انگریزی عریاں اور اخلاق سوز فلموں نے پوری کر دی۔ ان سب امور کی وجہ سے عوام و خواص کی دینی غیرت و حمیت روز بروز تباہ و برباد ہو رہی ہے۔ نوجوان اور بالخصوص طلبۂ دین سے متنفر اور عیاشی کے دلدادہ ہو رہے ہیں اسلامی احکام نماز روزے کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس اُٹھک بیٹھک سے کیا فائدہ اور بھوکا وہ مرے جس کے گھر کھانے کو نہ ہو۔ اللہ کے گھر مسجدیں بے آباد ہوتی جا رہی ہیں اور سینما خوب آباد ہیں۔ اور جس دن انڈیا کی فلم لگتی ہے تو محلہ میں منادی کرا دی جاتی ہے۔ اور نمایاں جگہ لکھ بھی دیا جاتا ہے کہ آؤ اپنے دشمن (دوست؟) انڈیا کی فلم دیکھو۔ بے غیرتی کی حد ہو گئی۔ لاہور کے شوقین حضرات اپنے دشمن کی فلم تو دیکھتے ہی ہیں۔ گوجرانوالہ، شیخوپورہ، لائل پور سرگودھا پنڈی اور کراچی تک کے لوگ اس ثواب (گناہ)؟ میں شامل ہوتے ہیں۔ ایک روز مجھے لوہاری دروازے کے اندر پٹولیوں والی مسجد میں عشاء کی نماز پڑھنے کا موقع ملا۔ دیکھا تو صرف ڈیڑھ صف نمازیوں کی تھی۔ میں نے اپنے ایک وہیں کے جاننے والے پکے نمازی سے پوچھا کہ بھئی یہ تو بڑی آباد مسجد تھی، اندر باہر نمازیوں سے بھری ہوئی ہوتی تھی، آج دو صفیں بھی پوری نہیں ہوئیں۔ ارشاد فرمایا حاجی جی کیا بتاؤں بیڑا غرق کرے خدا اس ٹیلی ویژن کا یہاں گھر گھر لگے ہوئے ہیں جو پکے نمازی تھے وہ بھی آج انڈیا کی فلم دیکھ رہے ہیں۔ مارے ندامت کے سر نیچا کر لیا اور دل سے یہی نکلا کہ یا اللہ دلوں کا پھیرنا تیرا ہی کام ہے تو اپنے فضل و کرم سے ہماری حکومت کے دلوں کو پھیر دے کہ وہ اپنے پاک ملک سے ان سینما اور ٹیلی ویژن جیسی ناپاک لعنتوں کو ختم کر کے اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل کرے۔ جس حکمِ خداوندی "نماز" کی قیامت میں سب سے پہلے پوچھ ہوگی، اس کا تو یہ حال ہو گیا اب رہے روزے، ان بیچاروں کی کچھ نہ پوچھئے۔ یہاں لاہور میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں رمضان شریف کا مہینہ آتا ہی نہیں۔

کھلے بندوں گلی محلوں اور بازاروں میں سگریٹ پیتے، پان کھاتے اور پھل مٹھائی وغیرہ کھاتے نظر آتے ہیں۔ چائے کی دکانوں اور ہوٹلوں پر ظاہرا تو پردے پڑے ہوتے ہیں مگر اندر سب کچھ ہو رہا ہے ان کا بیان ہے کہ جی خدا کا شکر ہے کہ اتنی بکری اور آمدنی غیر رمضان میں نہیں ہوتی جتنی اس ماہ مبارک میں ہوتی ہے اور حد تو یہ ہے کہ میں نے اپنے نوجوانوں کو خود اپنے کانوں سے یہ کہتے سنا کہ یہ جو ہمارے ہاں نماز میں اُٹھک بیٹھک کرتے ہیں اس سے کیا فائدہ اور روزے تو وہ رکھے جس کے گھر کھانے کو کچھ نہ ہو۔ خدا جانے ہماری اسلامی حکومت اپنی رعایا سے اس قدر کیوں ڈرتی ہے ورنہ جس طرح دنیا کے معاملے میں قانون لاگو کر کے منوا لیتی ہے۔ ایسے ہی اگر دین کے معاملے میں بھی قانون جاری کر دے تو پھر دیکھیں کون مائی کا لال ہے جو نماز نہ پڑھے اور روزہ نہ رکھے۔

ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے جس طرح برائی منظم اور علانیہ طور پر دین و ایمان پر حملہ آور ہونے کے لئے میدان میں ڈٹ کر آ گئی ہے۔ بلکہ ہمارے گھروں میں کسی نہ کسی طرح رسائی حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ہمارا بھی فرض ہے کہ نہ صرف اس کی مدافعت کریں بلکہ ان برائیوں کا بڑھ کر قلع قمع کریں۔ یاد رکھیئے! ہم سب خداوند عالم کے ہاں اس برائی کے انسداد کے لئے جواب دہ ہیں جو پوشیدگی کی حدود کو توڑ کر عین چوراہے پر خم ٹھونک کر آ گئی ہے۔ یہ مصیبت کے طوفان خدا تعالیٰ کے غضب کو دعوت دے رہے ہیں۔ عذاب سے بچنے کی یہی ایک راہ ہے کہ اس کی مدافعت کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ ورنہ ع

جو ڈوبی کشتی تو ڈوبیں گے سارے

اس ہلاکت اور تباہی سے بچنے کے لئے قرآنِ کریم پکار پکار کر عبرت انگیز داستانیں سنا رہا ہے۔ خود عہدِ حاضر کی بین الاقوامی صورت حال ہر مسلمان کو دعوتِ عمل غور و فکر دے رہی ہے۔ قبلہ اول مفتوح ہو کر نظرِ آتش کر دیا گیا ہے۔ قبرص، کشمیر اور فلسطین کا مجبور و مقہور مسلمان جبر و تشدد کا تختۂ مشق بن چکا ہے۔ یہودیت نے ممالک عربیہ کو بموں سے بھون ڈالا ہے۔ امریکی سازشوں نے اسلامیت کے کلی استحصال کی قسم کھا رکھی ہے۔ ہندوستان کی بے تحاشہ اسلحہ بندی اور خوفناک جنگی تیاریاں اور پاکستان کی سرحدات پر ایٹم بم کی آزمائشیں اور اس کی پاکستان مسلمہ عداوت "نوشتہ دیوار" ہے۔ خود مملکت خداداد پاکستان جو دنیا میں سب سے بڑی اسلامی سلطنت اور آخری حصار اسلام سمجھا جاتا تھا۔ آج لادینی مہلک نظریات اسلام کش اثرات کی زد میں آچکا ہے۔ ان حالات اگر ہم نے جلد از جلد اپنی حمیت و غیرت کا تحفظ نہ کیا تو تاریخ گواہ ہے کہ فطرت نے کبھی بے غیرت اور بے حمیت قوموں کو سرفرازی کا تو کجا نام و نشان تک باقی نہیں رکھا۔ زوالِ اُمت کی یہ داستانیں قرطبہ اور غرناطہ کے در و دیواروں، الحمرا کے محلوں، سپین اور اندلس کے مرغزاروں، بلخ بخارا اور سمرقند کی مسجدوں اور دار العلوموں سے پوچھ لو۔ پہلے غیرت چھینی گئی پھر جذبہ جہاد سرد پڑ گیا۔ پھر اس کی پاداش میں جو ہوا سو ہوا۔

اگر ہم فی الواقع آخری قلعہ اسلام کے طور پر پاکستان کو بچانا چاہتے ہیں تو ہم ہی میں سے ایک جماعت کو وقف ہو کر ہر جگہ موجود عریانی، بے حیائی اور بے غیرتی کے خلاف صف آرا ہو جانا چاہیئے۔

میں تمام کلمہ گویان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام دینی جماعتوں سے ناموس اسلام اور غیرت ملی کے نام پر نہایت دل سوزی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ برائے خدا اس کام کی اہمیت کا احساس کریں اور مؤثر و موزوں اقدام کے لئے آگے بڑھیں۔ مجھے خداوند قدوس کی ذاتِ گرامی سے قوی امید ہے کہ اگر ہمارے اندر خلوص، سچی تڑپ اور حقیقی جانسوزی ہوئی تو فحاشی کے اس سیلابِ عظیم کے باوجود انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

مجھے بجا طور پر اپنے ملک کے مالکان اخبارات سے بھی گلہ ہے کہ انہوں نے دعوائے اسلام کے باوجود گندے اور عریاں فلمی اشتہارات کو قبول کیا۔ جب یہ اخبارات سکولوں، کالجوں کے طلبہ و طالبات مسجدوں اور پردہ دار عورتوں کے ہاتھوں میں دیکھے گئے تو سرِ ندامت سے جھک جاتا ہے۔ میں انہیں مشورہ دیتا ہوں کہ وہ غور کریں کہ وہ قرآن کریم کی اس آیت کے مصداق تو نہیں۔

ترجمہ:۔ "جو لوگ چاہتے ہیں کہ فحاشی کی مسلمانوں میں نشر و اشاعت ہو۔ ان کے لئے دنیا میں اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔"

(سورۃ النور)

مجھے انتہائی افسوس ہے کہ بعض علمائے کرام نے بھی آنے والے کفر پسند سیلاب اور فحاشی و بدکرداری کی ہلاکت آفرینیوں کا احساس نہیں کیا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ارباب مسجد و منبر منظم و مؤثر طریق سے اس سیلاب کو روکیں۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے ہاں پوچھے جائیں گے۔

میں اپنے شاہین بچوں یعنی طلبہ کو بھی بتانا چاہتا ہوں کہ اسلامی تاریخ میں مسلم بچوں نے بے مثال کردار ادا کئے ہیں۔ دشمن رسول ﷺ ابوجہل کا قاتل ایک بچہ ہی تھا۔ ہندوستان میں پہلی یلغار سے فتوحات

اسلامی کا دروازہ کھولنے والا بھی ایک سترہ سالہ "محمد بن قاسم" لڑکا ہی تھا۔

عورتوں میں سینما بینی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ نیک پرہیزگار خواتین خدا کا نام لے کر اٹھیں اور اپنے اپنے حلقوں میں اور زنانہ اجتماعوں میں ان بے راہ رو عورتوں کو خدا کے عذاب سے ڈرائیں۔ آپ سب کو علم ہے کہ پاکستان کی کچھ ایسی زیادہ عمر نہیں۔ ابھی اس نے سن بلوغت میں قدم رکھا ہی ہے۔ لیکن اس کے چہرے مہرے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ادھیڑ عمر سے گذر کر بڑھاپے میں آ گیا ہے۔ اور اب یہ سسکیاں لے رہا ہے۔ ابتدائی عمر سے نکل کر ابھی اس پر شباب آنا تھا۔ لیکن یہاں کے لوگ اس کی بربادی کی حالت کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ روبہ عروج ہونے کی بجائے روبہ زوال نظر آتی ہے۔ اقبال نے کہا۔ ؎

تجھ کو بتاؤں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

قومیں جب پنپتی ہیں اور پروان چڑھتی ہیں تو بدر و حنین جیسے معرکوں میں اعدائے اسلام کے مقابلے میں سینہ سپر ہوتی ہیں یہ ان کی ابتدا ہوتی ہے۔ یہ ان کے ابھرنے کا وقت ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ بلندی سے گرنے پر آتی ہیں تو ان کے ہاتھ میں شمشیر و سناں کے بدلے طاؤس و رباب دکھائی دیتے ہیں۔ وہ جرأت و جسارت کے کام چھوڑ کر عیش و آرام میں مشغول ہو جاتی ہیں۔ وہ میدان کارزار میں نہیں بڑھتے بلکہ آرام طلب ہو جاتی ہیں۔

آج روزانہ اخبارات پر نظر ڈالئے تو سینما کے فلمی گانے، اشتہارات، تصاویر سے ان کے صفحات سیاہ دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی آمدنی سے وہ جیتے ہیں۔

اس وقت لاہور کیا بلکہ پورے پاکستان میں جو روزنامے ہفت روزے اور ماہنامے شائع ہو رہے ہیں انہیں سینما کے اشتہاروں اور عریانی تصویروں کے علاوہ رقص و سرود کے فوائد پر بکثرت مضامین آ رہے ہیں۔ آج کل گانے بجانے اور ناچنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے سنٹر اور ٹریننگ گاہیں موجود ہیں جہاں لاکھوں روپے ضائع کر کے معاشرے کو تباہی و بربادی کا راستہ بتایا جا رہا ہے۔ سچ پوچھیں تو یہ قوم کو تباہی کے بھنور میں ڈبونے کے سامان ہیں۔ موجودہ دور کی یہ چال ڈھال اس بات کی عیاں دلیل ہے کہ یہ کشتی بھنور سے نکلنے کی بجائے غرقاب ہوتی نظر آ رہی ہے۔ اس کو بچانے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ ہے صرف اور صرف سرکار مدینہ کی راہ۔

## بقیہ: حضرت عمر فاروقؓ

رسول ﷺ کا غم کھائے جا رہا تھا۔ اور دوسری طرف اسلام اور امت کے افکار ان کے دل و دماغ کو پگھلاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وفات نبوی ﷺ کے بعد آپؓ صرف سوا دو سال جی سکے۔ اس کے بعد یہ پورا بوجھ حضرت عمرؓ کے کندھوں پر آ گیا۔ موصوف نے اس مشقت اور جان کاہی سے اپنے فرائض خلافت ادا کئے کہ دنیائے اسلام ہی نہیں بلکہ دنیائے کفر و ضلالت بھی انگشت بدنداں ہو کر رہ گئی؟ یہ حقیقت کسی مسلم اور غیر مسلم سے مخفی نہیں کہ اسلام کے عروج و سربلندی میں جانشین رسول مقبول علیہ التحیۃ والثناء سیدنا عمر فاروق اعظمؓ کی سرفروشانہ سعی و کوشش اور مخلصانہ جدوجہد کاوش سے اور والہانہ وفاداری و جاں نثاری اور مجاہدانہ عرق ریزی و جاں فشانی سے ہی چار دانگ عالم میں اسلام کا بول بالا ہو گیا جس نے دشمنان خدا و رسول ﷺ کی تمام طاقتوں کو کچل کر رکھ دیا۔ اور دنیا کفر و ضلالت کے دانت کھٹے کر کے اسے نیست و نابود کر کے ابدی نیند سلا دیا۔ جن کی حسن تدبیر اور مومنانہ فراست و بصیرت سے ایک ہزار ۳۶ شہر اور ان کے مضافات فتح ہوئے۔ ان مفتوحہ علاقوں میں آپ کے انتظام سے چار ہزار مساجد پنج وقتی نماز کے لئے اور نو سو جامع مسجدیں تیار ہوئیں۔ آپ کا اپنی خلافت میں حکم تھا کہ جو مقام فتح ہو وہاں مسجد تعمیر کر کے اس میں امام و مؤذن مقرر کیا جائے۔ آپؓ نے دین کی تبلیغ و علم حدیث کی ترویج کے لئے یہاں تک تدبیر فرمائی کہ کوئی ایسا شخص تجارت کا کاروبار نہ کرے جو ضروری دینی مسائل کا علم نہ رکھتا ہو۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے دنیا کی سب سے بڑی طاقتوں قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا اور دین حق کو تمام ادیان پر غالب کر کے دکھا دیا نیز اسلامی حکومت کو اس قدر مضبوط اور طاقتور بنا دیا کہ جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہ کر سکی۔ آپؓ نے دس سالہ خلافت میں وہ کارہائے عظیم سرانجام دیئے جن کی نظیر نہیں ملتی یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا اثر تھا جو آپؐ نے اللہ سے حضرت عمرؓ کے اسلام لانے اور ان کے ذریعے اسلام کو عزت و عظمت شان و شوکت حاصل ہونے کے لئے مانگی تھی۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں مانگ کر اللہ تعالیٰ سے حضرت عمرؓ کے ایمان کی منظوری حاصل کر لی اور آپؐ نے دین حق کے لئے وقار و جاہ کا حصول حضرت عمرؓ کے حلقہ بگوش اسلام ہونے میں دیکھا اور واقعی حضورؐ کی نگاہ نبوت و چشم بصیرت نے حقیقت واقعیہ کو دیکھ لیا تھا!

# حکیم محمد عبدالسلام ہزاروی

## تاریخ آزادی کا نامور مجاہد

تحریر: — عتیق الرحمٰن صدیقی ایم۔ اے

ہر روز کتنے ہی لوگ مرتے ہیں اور مٹی میں مل کر وہ مٹی ہو جاتے ہیں۔ مگر کوئی بھی اُن کا نام لیوا نہیں ہوتا مگر کچھ لوگ مر کر بھی نہیں مرتے بلکہ انہیں نئی زندگی عطا ہوتی ہے۔ یہ زندگی انسان کی رفعت وعظمت اور شرافت و تمکنت سے عبارت ہوتی ہے اور انہی لوگوں کے حصے میں آتی ہے جنہوں نے اپنی توانائیاں اور صلاحیتوں کو ملک و ملت کی بھلائی میں صرف کیا ہوتا ہے اور اس راہ کی صعوبتوں اور دشواریوں کو صبر و ہمت کے ساتھ برداشت کر کے ایک قابلِ تقلید مثال کی نیو رکھی ہوتی ہے۔

ہری پور شہر کی ہریالی بستی کے بانی حکیم محمد عبدالسلام ایسے ہی عظیم لوگوں میں سے ایک تھے۔ اُن کی ستر سالہ زندگی کا ساتواں حصہ آہنی سلاخوں کے پیچھے گزرا اس لیے نہیں کہ ان سے کوئی گناہ سرزد ہوا تھا بلکہ اس بنا پر کہ وہ فرنگی سلطنت کو ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے اور انگریز کے جور و استبداد کے سامنے کبھی بھی جھکنے کے روادار نہ تھے۔ وہ جانتے تھے کہ غلامی میں قوموں کا ضمیر بدل جاتا ہے۔ اس لیے آزادی کی نیلم پری کے حصول کے لیے سرگرم عمل ہونا ضروری ہے۔

حکیم عبدالسلام ہری پور سے تین میل پر ایک گاؤں میر پور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولانا محمد دین جید عالم دین اور مجاہد صفت بزرگ تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس لیے تعلیم کے حصول کی خاطر گھر سے باہر نکل کھڑے ہوئے۔ مختلف دینی کتابیں پڑھنے کے بعد علم طب کی طرف متوجہ ہوئے۔ علم طب کی تکمیل کے بعد ۱۹۲۰ء میں مطب کا آغاز کیا۔ اور اس سال ان کے مطب میں کانگرس کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۹۲۸ء میں انہیں ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ حکیم صاحب مرحوم اپنی متحرک شخصیت کے باعث جلد ہی ممتاز مقام پر فائز نظر آئے۔ وہ سرحد کانگرس کمیٹی کے صدر اور آل انڈیا کانگرس کی مجلس عاملہ کے رکن چن لیے گئے وہ کئی بار گرفتار کیے گئے۔ ۱۹۳۹ء میں انہیں اس لیے پابند سلاسل کیا گیا کہ انہوں نے سبھاش چندر بوس کو ملک سے فرار ہونے میں مدد دی ہے چنانچہ انہیں ۲½ سال کے لیے دیولی کیمپ (راجپوتانہ) میں نظربند کر دیا گیا اور رہائی کے بعد تین سال تک ہری پور میں پابند مسکن رکھا گیا۔

حکیم صاحب نے طبع سلیم پائی تھی۔ اس لیے انہوں نے کچھ عرصہ بعد کانگرس کی جنبہ دارانہ پالیسی کے خلاف احتجاجاً استعفیٰ دے دیا۔ اور مجلس احرار اسلام سے منسلک ہو گئے اور عرصہ تک مجلس احرار اسلام کے صوبائی صدر رہے۔ قیام پاکستان کے بعد مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور ۱۹۵۱ء کے صوبائی انتخابات میں مسلم لیگی امیدوار کی حیثیت سے حصہ لیا مگر برسر اقتدار طبقہ کی گڈ بک میں نہ ہونے کی بنا پر کامیاب نہ ہو سکے۔

حکیم صاحب ایک زیرک اور فہیم سیاست دان تھے۔ عیاری اور مکاری سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا اس لیے انہوں نے ایسی سیاست سے اپنا دامن جھٹک لیا۔ جو مکر و فریب اور دسیسہ کاری سے عبارت ہو۔ انہوں نے سکوت میں عافیت سمجھی مگر ان کی حساس طبیعت انہیں کب چین سے رہنے دیتی تھی اس لیے وہ خدمت اسلام کی خاطر علمائے حق سے وابستہ رہ کر کام کرتے رہے۔ چنانچہ وفات سے قبل وہ جمعیت العلمائے اسلام ہزارہ ڈویژن کے امیر تھے۔ اپنی صداقت و فراست کی بدولت طبی دنیا میں انہیں ایک منفرد مقام حاصل رہا۔ وہ ۱۹۵۸ء میں گورنمنٹ طبی بورڈ کے ممبر نامزد ہوئے۔ ۱۹۶۵ء میں دوبارہ قرعہ فال انہیں کے نام پڑا۔ اور حکومت نے انہیں ممبر نامزد کر لیا۔ تیسری بار انہوں نے اطبا کی مقبول جماعت پاکستان طبی کانفرنس کے

حکمت پر انتخاب لڑا اور تقریباً اٹھارہ ہزار ووٹ لے کر بھاری اکثریت سے کامیاب رہے۔ وہ اپنی طبی صلاحیتوں اور جاذب نظر شخصیت کی بدولت مرجع عام و خاص رہے۔ دُور دُور سے لوگ ان کے مطب میں حاضر ہوتے اور فیض حاصل کرتے تھے۔ حکیم صاحب متنوع اور بوقلموں صفات کے حامل تھے۔ سیاسیین کے حلقہ میں بالغ نظر سیاستدان کی طرح سیاست کے اسرار و رموز بیان فرماتے۔ علماء کی مجلس میں دینی مسائل کی گتھیاں سلجھاتے۔ طبیبوں میں تشخیص و تجویز کے مراحل سے گزر رہے ہوتے۔ زمینداروں میں زمین کے مسائل پر ایک زمیندار کی مانند گفتگو کرتے۔ صوفیا میں سلوک کی منزلیں طے کرتے ہوئے دکھائی دیتے اور عام لوگوں سے ان کے مزاج و طبیعت کے مطابق گفتگو فرماتے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی ذات میں انجمن تھے۔ اُن میں اتنی خوبیاں تھیں کہ اپنے بیگانے، بڑے اور چھوٹے، امیر و غریب سبھی انہیں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ نہایت پُرشکوہ اور وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔ اُن کے خوب صورت چہرے پر مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ وہ ماتھے پر بھنت ڈال کر بات کرنے کے عادی نہ تھے بلکہ ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ اُن کے طنز میں لطیف سی چبھن ہوتی اور ظرافت میں مزے کی چاشنی۔ وہ بات سے بات پیدا کر لیتے۔ وہ دوستوں کے دوست تو تھے ہی مگر دشمنوں کے بھی دوست تھے۔ وہ اپنے مخالف کو جانتے ہوئے بھی اُس کا احترام کرتے۔ وہ کسی کی یاوہ گوئی کو خاطر میں نہ لاتے۔ وہ دسترخوان کشادہ رکھتے تھے یہاں تک کہ اکیلے انہیں دسترخوان پر بیٹھنا گوارا نہ تھا۔ سیاسی لیڈروں کی آمد ہوتی یا علماء کی مجلسیں ہوتیں سبھی لوگ حکیم صاحب کے دولت کدہ پر جمع ہوتے۔ حکیم صاحب مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ اُن کا یہ معمول تھا کہ صبح سویرے اُٹھتے۔ نماز پڑھنے کے بعد دیر تک تسبیح پڑھنے میں مصروف رہتے۔ وہ باقاعدگی سے قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تھے اور مختلف تفاسیر زیر مطالعہ رکھتے تھے۔ گھر کا کام کاج کرنے میں وہ کوئی عار محسوس نہ کرتے تھے۔ وہ دن بھر مطب میں رہتے اور شام کو دکان بند کر کے گھر آ جاتے تھے۔ سونے سے پہلے اخبارات و رسائل اور کتابوں کا مطالعہ جاری رکھتے تھے۔ وہ بزرگوں کا بہت احترام کرتے تھے اور چھوٹوں سے شفقت و پیار سے پیش آتے تھے۔ وہ اپنے کردار کی بلندی اور اپنے بے داغ سیاسی ماضی کی بدولت حکمرانوں کے ہاں بھی احترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے مگر حکیم صاحب اپنی ذات اور اپنے خاندان کے لیے کبھی بھی کوئی فائدہ حاصل کرنے کے روادار نہ تھے۔ اور خودی کی بلندیوں میں مصطفائی کے متلاشی تھے۔ خوشامد اور کاسہ لیسی سے اُن کو دُور کی بھی نسبت نہ تھی۔ وہ عزت نفس کے محافظ تھے۔ اور آخری دم تک بہ تمام و کمال انہوں نے عزت نفس کی پاسبانی کی۔ وہ اپنے نظریات اور افکار و خیالات میں نہایت پختہ تھے۔ اور کوئی بھی مال جاپا انہیں اپنے نظریات سے سرکا نہ سکتا تھا اور نہ کبھی اقتدار کا جبروت انہیں مصلحت کوش بنانے میں کامیاب ہو سکا۔ وہ ایسے قلندر تھے جن کا سرمایہ جز دو حرف لَا اِلٰہ کچھ بھی نہ تھا۔ اُن کے مطب میں ہر وقت چہل پہل رہتی تھی اور یہ جسمانی مریضوں کا ہی دارالشفاء نہ تھا بلکہ سیاسی مریضوں کے لیے بھی عافیت کدہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ بیسویں صدی کے متعدد عظیم علماء اور سیاسی رہنما ہری پور تشریف لائے اور انہیں حکیم صاحب کے دارالشفاء ہی میں چین نصیب ہوا۔

عیدالاضحٰی کے دُوسرے روز حکیم صاحب کی طبیعت خراب ہوئی اور وہ صاحب فراش ہو گئے۔ دوائیں دی جاتی رہیں مگر حکیم صاحب کی طبیعت بگڑتی چلی گئی۔ اور ۲۲ جنوری کو رات گیارہ بجے انہوں نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ حکیم صاحب کی وفات کی خبر سے فضا میں ایک سکتہ طاری ہو گیا۔ ہری پور کی تمام بستی افسردہ اور غمگین ہو گئی۔ چہرے اُداس تھے۔ طبیعتیں مضمحل تھیں اور آنکھیں اشکبار، آوازیں رندھی ہوئی تھیں اور آہوں کا ایک دھواں تھا جو فضائے بسیط میں پھیلا ہوا تھا اور حکیم صاحب کا چہرہ تھا جو کہ ایمان کے نُور سے جگمگا رہا تھا اسی عالم میں ایک جسد خاکی کو دفن کر دیا گیا اور برصغیر کی جد وجہد آزادی کا ایک چلتا پھرتا باب کتابِ برزخ سے جوڑ دیا گیا۔

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

---

بلادِ افریقہ سے!

# میدانِ مناظرہ سے مرزائیت کا فرار

## اہلِ اسلام کی شاندار کامیابی

## پیش لفظ

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ
من لا نبی بعدہٗ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ
الذین اوفوا عہدہٗ اما بعد

تاریخ میں پہلا موقعہ تھا کہ افریقہ کے مغربی ساحل پر ختم نبوت کا قافلہ اترا۔ قادیانی برسوں پہلے یہاں آئے تھے اور یہاں کے عام لوگوں کی علمی بے بسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے جا بجا ارتداد کے نشتر لگائے تھے۔ مرزا ناصر احمد نے ۱۹۷۰ء میں یہاں کا دورہ کیا اور "افریقہ بول رہا ہے" (AFRICA SPEAKS) کے نام سے اس نے اپنے اس دورے کی روئداد شائع کی اس سے بات کھلی اور افریقہ کے مسلم حلقوں کو پہلی بار پتہ چلا کہ یہ لوگ اسلام کے نام سے کتنے سادہ دلوں کو ارتداد کی گود میں کھینچ چکے ہیں۔

شاہ فیصل مرحوم کو ان حالات سے بہت قلق تھا۔ رابطہ عالم اسلامی اور دار الافتاء سعودی کی نظر اس فتنے کا پوری طرح احاطہ کر رہی تھی۔ شیخ عبد العزیز بن باز کا دردمند دل ارتداد کی ان اٹھتی لہروں سے تڑپ رہا تھا۔ پاکستان میں مغربی افریقہ کی یہ خبریں زخمی دلوں پر نمک کا کام کر رہی تھیں اور ختم نبوت پہ کام کرنے والے علماء مغربی افریقہ میں ختم نبوت کا وفد بھیجنے کے لئے مضطرب تھے۔ محدث جلیل شیخ محمد یوسف بنوری صدر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے دل سے اخلاص سے بھرپور دعا نکلی اور ختم نبوت کا پہلا قافلہ علامہ خالد محمود صاحب اور مناظر اسلام مولانا منظور احمد چنیوٹی پر مشتمل ۳۱ر اگست ۱۹۷۶ء کو نائیجیریا کی لاگوس ایئرپورٹ پہ اتر گیا۔

۲ر اگست کو ختم نبوت کا یہ وفد لاگوس سے آبادان پہنچا۔

مدیر المعہد العربی شیخ مرتضیٰ مالکی نے مع اپنے عملے کے وفد کا استقبال کیا اور یہ علماء رئیس البعثۃ السعودیہ فی ابادان شیخ امانۃ اللہ کے ہاں قیام پذیر ہوئے

ابادان کی مرزائی عبادت گاہ (مرزائڑہ) واقع "اڈیکان" کے ارکان مسلمانوں کو مدت سے مرزا غلام احمد کی طرف دعوت دے رہے تھے۔ شیخ مرتضیٰ نے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے ابادان کے دو معتبر آدمیوں کو ان کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہم حاضر ہیں، بات کر لیجئے لیکن بات غیر جانبدار جگہ میں ہونی چاہیئے۔

مرزائی امام نے کہا کہ ہم اس کے لئے تیار نہیں البتہ اگر تم ہماری مسجد میں آؤ تو ہم مناظرہ کے لئے تیار ہوں گے۔

۴ر اگست کو شیخ مرتضیٰ اور شیخ عبد الوہاب خود ان کے پاس گئے اور بہت کہا کہ مناظرے ہمیشہ غیر جانبدار جگہ پر ہوتے ہیں۔ تم اپنی مسجد کے لئے اصرار کیوں کر رہے ہو۔ مگر انہوں نے ایک نہ مانی اور ہر طرح سے پہلو تہی کی۔ اب اس لئے کہ ان پر حجت پوری کی جائے ہم نے ان کے مرزائڑے میں جانا منظور کر لیا اور اس کے لئے مرزائی امام نے تحریر دے دی۔ تین موضوع قرار پائے (۱) ختم نبوت (۲) ظہور مہدی (۳) نزول مسیح۔ طے پایا کہ ۶ر اگست کو ۳ بجے ان کی عبادت گاہ میں مناظرہ ہوگا جو ۶ بجے تک جاری رہے گا۔

مسلمان، علامہ خالد محمود صاحب اور مولانا منظور احمد صاحب کو لے کر دس منٹ پہلے ہی اڈیکان کے مرزائڑے جا پہنچے ان کے ساتھ سعودی عرب کے علماء مبعوثین نائیجیری علماء و مبلغین اور بہت سے مسلمان زعماء بھی تھے۔ مرزائڑے کا ہال مرزائیوں سے بھرپور تھا۔ اہل حق کتابوں کا صندوق لئے اپنے سٹیج پر جا بیٹھے۔ علماء اسلام کی تشریف آوری مرزائیوں کے لئے مصیبت اور پریشان دلوں کے لئے ایک ایمانی سہارا تھی۔ اس وقت مسلم نوجوانوں کے جذبات اس حقیقت کا پتہ دے رہے تھے۔

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

(نوٹ) مناظرہ کی یہ کارروائی چند نائیجیری طلبہ نے عین موقعہ پر ہی انگلش میں ریکارڈ کر لی تھی جن میں جناب صلاح الدین بوصیری کا مسوّدہ زیادہ مضبوط تھا۔ ہم نے ان سب مسوّدات کو ملا اور بعض مبہم مقامات سے مولانا منظور احمد صاحب کو پوچھ کر یہ روئداد مرتب کی ہے اس میں اصلاً کوئی ایسی بات نہیں جو خارج کی ہو۔ اس وقت افادہ عام کے لئے ہم نے اُردو میں تحریر کیا ہے حالات نے مساعدت کی تو اصل انگریزی مسوّدہ اور پھر اس کا نائیجیری یوروبہ میں ترجمہ بھی شائع کیا جا سکے گا۔ انشاء اللہ الرحمٰن و ھو المستعان و علیہ التکلان ما دام القمران و کرّ الجدیدان۔

# مناظرے کا ــــ ہال کا نقشہ

## مشترکہ صدارت کی میز پر

۱- مدیر المعہد العربی شیخ مرتضیٰ حسن مالکی (مسلمانوں کی طرف سے)
(MURTADA)

۲- الحاجی ایس ایس بُریموہ (مرزائیوں کی طرف سے)
(S. S. BURAIMOH)

## مسلمان مناظرین

علّامہ خالد محمود ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی آف مانچسٹر (انگلستان)
مولانا منظور احمد چنیوٹی مدیر العام ادارہ مرکزیہ دعوت و ارشاد (پاکستان)

## مرزائی مناظرین

الحاجی اے بیلو (A. BELLO)
الحاجی اے اے بیلو (A.A BELLLO)
براور ایل او یوسف
الحاجی امام ایچ ٹی دادا

## مترجمین

انگریزی سے مقامی زبان YORUBOO میں ــ شیخ عبدالوہاب
شیخ عبدالغنی بدماصی
عربی سے مقامی زبان میں ترجمہ　　شیخ مرتضیٰ (الرئیس)

تعارفی تقاریر INTRADUCTARY - SPEECHES

## علّامہ خالد محمود صاحب (انگریزی میں)

ہم بہت خوش ہیں کہ آپ لوگوں نے ہمیں موقعہ دیا کہ ہم آپ کے پاس آ کر دینِ اسلام کی کچھ باتیں کہیں اور جہاں تک ہو سکے غلط فہمیاں دور کرنے کی کوشش کریں۔ آج کی گفتگو ہم سب کو ایک امن و سکون کے ماحول میں کرنی ہے۔ ہم سب کو ایک دن خدا کے حضور میں پیش ہونا ہے اور اپنے ایمان و اعمال کے لئے جوابدہ ہونا ہے۔ میں اس دن کا تصوّر دلا کر جب اللہ رب العزت کی بطش شدید اور سخت پکڑ سے کوئی مجرم رستگاری نہ پا سکے گا۔ آپ سب حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ ضد اور تعصب کو چھوڑ کر ہر بات کو ٹھنڈے دل سے سوچیں اور اسے اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔

## امام ایچ ٹی دادا (انگریزی میں)

میں آپ سب لوگوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ آپ ہماری مسجد میں تشریف لائے ہیں۔ میری سب حاضرین سے درخواست ہے کہ نہایت امن اور خاموشی سے اپنی اپنی جگہ بیٹھیں۔ صدروں، مناظرین اور مترجمین کے علاوہ کوئی صاحب بلا اجازت بات نہ کریں۔ اسی طرح ہم سب مل کر اس مجلس کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔

## علّامہ خالد محمود صاحب (انگریزی میں)

ہم یہاں نو وارد ہیں۔ آپ لوگوں کے بارے میں ہمیں تفصیلی حالات معلوم نہیں ہم نہیں جانتے کہ آپ کا تعلق مرزا غلام احمد کے ساتھ کس جہت سے ہے مناظرہ شروع ہونے سے پہلے ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ مرزا غلام احمد کو کیا مانتے ہیں۔ براہ کرم پہلے آپ اپنے عقیدے کی وضاحت کریں۔

## امام ایچ ٹی دادا

(مقامی زبان میں) انگریزی میں ترجمہ شیخ الوھاب نے کیا ــ

ہم مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے وہ نبی یا رسول نہ تھا آخری رسول اور نبی محمد رسول اللہ ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور کے بعد کوئی نبی اور رسول نہ آئے گا۔ مرزا غلام احمد ایک ریفارمر تھا۔ ہم اسے مجدد مانتے ہیں، نبی نہیں مانتے۔

(امام ایچ ٹی دادا)

## علّامہ خالد محمود صاحب

آپ کے تحریر کردہ تین موضوعات مناظرہ میں سے پہلا موضوع ختم نبوت تھا۔ آپ کے اس جواب سے یہ موضوع ختم ہوگیا ہے۔ آپ نے تسلیم کرلیا ہے کہ حضور خاتم النبیینؐ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہ ہوگا اب مناظرہ دوسرے موضوع پر ہوگا کہ مرزا غلام احمد کا مہدی ہونے کا دعوے درست تھا یا اس نے اللہ اور اس کے دین پر ایک افتراء کیا ہے۔

## امام ایچ ٹی دادا

(مقامی زبان میں) ترجمہ شیخ عبدالوہاب

تحریر کا پہلا موضوع ختم نہیں ہوا ہم صرف یہ نہیں کہہ رہے کہ ہم مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اس نے نبوت کا دعوے نہیں کیا۔ آپ کہیں نہیں دکھا سکتے کہ مرزا غلام احمد نے کبھی نبوت کا دعویٰ کیا ہو اور کہا ہو کہ وہ نبی اور رسول ہے۔

(اب یہاں سے مناظرہ شروع ہوجاتا ہے)

## علّامہ خالد محمود صاحب

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اللہ خیر اما یشرکون ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔

حضرات یہ میرے ہاتھ میں مرزا غلام احمد کی کتاب حقیقۃ الوحی مع استفتاء موجود ہے۔ یہ کتاب ۱۹۰۷ء کی تصنیف ہے اس کے ضمیمہ استفتاء کے صـ۸۷ پر مرزا غلام احمد نے اپنے اوپر وحی کے نازل ہونے کا دعوے کیا ہے۔

انک لمن المرسلین صـ۸۷

ترجمہ:۔ بیشک تو رسولوں میں سے ہے۔

لیجئے ہم نے مرزا غلام احمد کی کتاب سے اس کے دعوے رسالت کا حوالہ پیش کردیا ہے۔ کتاب کا یہ اڈیشن مرزائیوں کی لاہوری جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا شائع کردہ ہے اس کے صـ۱۵۰ پر بھی ہے۔

خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی، اس نے مجھے اس عقیدہ پر نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔

## الحاجی اے بیلو (مرزائی مناظر)

لوگو، یہ کتاب ہماری نہیں ہے۔ کسی شخص نے جعلی بناکر مرزا غلام احمد کے نام منسوب کردی ہے۔ مرزا غلام احمد کا عقیدہ ان کی کتاب حمامۃ البشریٰ کے صـ۲ پر صاف طور درج ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حدیث لا نبی بعدی صحیح اور قطعی ہے جو حضور خاتم النبیین کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب اور مفتری ہے۔ میں شیخ مرتضیٰ سے کہتا ہوں کہ وہ حمامۃ البشریٰ کی اس عبارت کا عربی سے یوروبہ میں ترجمہ کرکے سنائیں۔

## علّامہ خالد محمود صاحب

مرزا غلام احمد نے اپنا عقیدہ تدریجاً تبدیل کیا تھا ختم نبوت کے بارے میں اس کا عقیدہ پہلے مسلمانوں کا سا تھا پھر اس نے اس میں تبدیلی کی حقیقۃ الوحی کے دوسرے الفاظ بھی تبدیلی عقیدہ کا پتہ دیتے ہیں۔ حمامۃ البشریٰ میں جو عقیدہ درج ہے وہ پہلے کا ہے یہ کتاب ۱۸۹۳ء (۱۳۱۱ھ) میں چھپی تھی اور حقیقۃ الوحی مرزا غلام احمد کی وفات سے صرف ایک سال پہلے کی ہے۔ اور مرزا غلام احمد کی آخری کتابوں میں سے ہے۔ پس دونوں کتابوں کے تعارض کی صورت میں حمامۃ البشریٰ کی عبارت منسوخ اور حقیقۃ الوحی کی بات ناسخ سمجھی جائے گی۔ مرزا غلام احمد نے عقیدہ ختم نبوت میں تبدیلی نہ کی ہوتی تو مرزائیوں میں دو گروہ کیوں بنتے۔ ایک اس کے پہلے عقیدہ کو اٹھائے پھرتا ہے اور دوسرا اس کے آخری عقیدہ کے مطابق اسے خدا کا نبی اور رسول مانتا ہے۔

## امام ایچ ٹی دادا

مرزا غلام احمد نے حقیقۃ الوحی ہرگز نہیں لکھی جب وہ نبی اور رسول ہی نہیں تو وہ وحی کے مدعی کیسے ہوسکتے تھے اور حقیقۃ الوحی کیسے لکھ سکتے تھے۔ اس نام کی مرزا صاحب کی کتاب نہیں یہ کتاب جعلی ہے۔ کسی کذاب نے ان کے نام سے لکھ کر ان کی طرف منسوب کردی ہے۔ ایک مسلمان کیسے نبی ہونے کا دعوے کرسکتا ہے۔

## مولانا منظور احمد چنیوٹی

(عربی میں) ترجمہ شیخ مرتضیٰ

آپ لکھ دیں کہ حقیقۃ الوحی کا مصنف دجال اور کذاب

ہے۔ اور کافر ہے، بے ایمان ہے اور جعلساز ہے۔ آپ جو جواب دے رہے ہیں اگر آپ کو یقین ہے کہ آپ سچ کہہ رہے ہیں تو لکھ کر دیں ہم اپنے صدر شیخ مرتضیٰ سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ان سے یہ بات لکھوالیں، لکھوائے بغیر نہ چھوڑیں اور اسی پیراں کے یہ چاروں مناظر دستخط کریں، ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حقیقت الوحی کا مصنف کذاب اور دجال ہے۔

## امام ایچ ٹی وادا

جب ہم سب کے سامنے کہہ رہے ہیں کہ حقیقۃ الوحی لکھنے والا کذاب اور جعلی شخص ہے تو یہ کیا لکھنے سے کم ہے؟ اتنے لوگوں کے سامنے کیا ہم جھوٹ بول رہے ہیں؟ ہرگز لکھ کر نہ دیں گے ہیں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ بھی بیان کریں کہ آپ کا عقیدہ مرزا غلام احمد کے بارے میں کیا ہے؟ ہم تو اسے مجدد مانتے ہیں۔ نبی نہیں مانتے۔

## علامہ خالد محمود صاحب

آپ پہلی بات طے کئے بغیر دوسری بحث میں نہیں جا سکتے آپ حقیقۃ الوحی کو مرزا غلام احمد کی کتاب نہیں مانتے تو یہ لیجئے میرے ہاتھ میں قادیان کا پہلا اخبار بدر موجود ہے یہ پرچہ مرزا غلام احمد کی زندگی کا چھپا ہوا ہے اور اس پر ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء کی تاریخ درج ہے اس کے صلا پر لکھا ہے۔

غلام احمد رسول اللہ ——— بدر ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء

اس کے بارے میں لاہوری مرزائی نہ کہہ سکیں گے کہ یہ قادیانیوں نے چھپوا لیا ہوگا۔ یہ مرزا غلام احمد کی زندگی کا چھپا ہوا پرچہ ہے۔ اور اس کے دو سال بعد مرزا صاحب کی وفات ہوئی تھی۔

## الحاجی اے اے بھیلو (بات کاٹتے ہوئے)

یہ اردو میں ہے یا عربی میں؟

## علامہ خالد محمود

یہ الفاظ غلام احمد رسول اللہ، عربی اور اردو میں ایک ہی طرح لکھے جاتے ہیں، دونوں زبانوں کے ابجد ایک سے ہیں، اسے اُردو رسم الخط میں لکھیں یا عربی رسم الخط میں اس کے حروف ایک سے ہیں جو عربی پڑھ سکتا ہے وہ اسے اردو میں بھی پڑھ سکتا ہے۔ یہاں صاف لکھا ہے۔ غلام احمد رسول اللہ

## برادر ایل او یوسف

مرزا غلام احمد کے دعوے نبوت کے بارے میں جو کتاب اور جو عبارت بھی آپ پیش کریں سب جعلی ہیں، ہم حقیقۃ الوحی کے بارے میں صاف کہہ چکے ہیں کہ یہ جعلی کتاب ہے کسی کذاب نے لکھی ہے حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا جو کہے کہ خاتم النبیین کے بعد کسی کو خدا نے کہا ہے۔ انک لمن المرسلین وہ دجال و کذاب ہے جب ہمارا عقیدہ یہ ہے تو کیسے مان لیں کہ یہ کتاب مرزا صاحب کی ہے۔ آپ دوسرا موضوع شروع کریں۔

## فضیلۃ الشیخ امانت اللہ

آپ ایک اس شخص کو مجدد مانتے ہیں جو نبوت کا مدعی ہے اس کا ثبوت ہماری طرف سے پیش ہو چکا ہے۔ کتاب حقیقۃ الوحی ہم نے پیش کی ہے کہ یہ مرزا غلام احمد کی کتاب ہے اور اسے مرزائیوں کی لاہوری جماعت نے بھی شائع کیا ہوا ہے اور یہ وہی اڈیشن ہے۔ اگر یہ کتاب جعلی ہے تو اس کا جعلی ہونا ثابت کرنا یہ تمہارے ذمہ ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ اسے جعلی ثابت کرو اور دلائل پیش کرو کہ یہ جعلی کیسے ہے۔ آپ کا یہ کہنا کوئی وزن نہیں رکھتا کہ ہم اس کتاب کو نہیں مانتے

## علامہ خالد محمود صاحب

یہ لیجئے مرزا غلام احمد کی کتاب خطبہ الہامیہ ہے یہ ۱۹۰۲ء کی تحریر ہے اس میں لکھا ہے۔

وکیف تحقق مفہوم لفظ منھم[1] من غیر ان یکون الرسول موجوداً فی الآخرین۔ خطبہ الہامیہ صلاا طبع اوّل۔

ترجمہ (قرآن کی آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم میں) لفظ منھم کیسے درست ہو سکتا ہے اگر آخری دور میں کوئی رسول موجود نہ ہو۔

## امام ایچ ٹی وادا

آپ اب دوسرا موضوع شروع کریں اور بتائیں کہ اس چودھویں

[1] اشارۃ الی قولہ تعالیٰ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم پ الجمعۃ (ترجمہ)

صدی کا ، جو ختم ہورہی ہے مجدد کون تھا ؟ (الحاجی اے بیلو سنن ابی داؤد نکال کر امام دادا کو دیتا ہے) یہ حدیث میں موجود ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آتا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے آپ اس صدی کے مجدد کا نام بتائیں وہ کون تھا ؟

## علامہ خالد محمود صاحب

مجدد دین کے بارے میں دو اصولی باتیں پیش نظر رہنی چاہئیں پھر بات کا سمجھنا اور جواب آسان ہوجاتا ہے پہلی بات یہ کہ مجدد کے لئے دعوے کرنا ضروری نہیں ہوتا ، مجدد دین اپنا کام کرتے ہیں اور ان کے عمل سے دین کی ان غلط باتوں سے تطہیر ہوتی رہتی ہے جو لوگ رد لباً یا نفاقاً اس میں ملا دیتے ہیں ، کہیں یہ ضروری نہیں کہ مجدد پہلے بتلائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے ، نہ لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسے بحیثیت مجدد پہچانیں ، اگر وہ اسے مجدد جانے بغیر بھی اس سے علم و عمل کا فیض پائیں تو کافی ہے ثانیاً ضروری نہیں کہ ایک صدی کا مجدد صرف ایک شخص ہی ہو ایک صدی میں کئی مجدد بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ من یجدد لها دینها واحد اور جمع دونوں ہی شامل ہیں اور اس اُمت میں ایک ایک صدی میں کئی کئی مجدد ہوتے رہے ہیں

## امام ایچ ڈی دادا

آپ نے ابھی تک نہیں بتایا کہ اس چودھویں صدی کا مجدد کون تھا ہم تو مرزا غلام احمد کو مجدد مانتے ہیں جو تیرھویں صدی کے آخر میں اس چودھویں صدی کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ آپ بتائیں کہ اس صدی کا مجدد کون ہے ؟

## علامہ خالد محمود صاحب

میں ابھی بتاؤں گا کہ اس چودھویں صدی کے مجددین کون کون تھے لیکن آپ اس بات کو ضرور یاد رکھیں کہ مجدد کے لئے دعوے کرنا ضروری نہیں اور نہیں بطور مجدد کے جاننا ضروری نہیں اور یہ کہ مجدد ایک صدی میں کئی بھی ہو سکتے ہیں۔ جہاں تک میرے علم کا تعلق ہے اس چودھویں صدی کے مجددین میں ملک عبدالعزیز صاحب والی سعودی عرب اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سرفہرست ہیں۔

## امام ایچ ڈی دادا

ان میں سے کسی نے مجدد ہونے کا دعوے نہیں کیا۔

## علامہ خالد محمود صاحب

مجدد کے لئے دعوے کرنا ضروری نہیں ہوتا ، نہ شرع میں اس کی ضرورت ہے۔ شریعت حضورؐ پر مکمل ہوچکی ہے۔ اب اس کی تکمیل یا تطہیر میں کوئی شخص آئینی طور پہ اب داخل نہیں ہوسکتا ، مجدد اپنا کام کرتے ہیں اور دین کی خدمت ہوتی چلی جاتی ہے اگر ہر صدی کے لوگوں کو یہ جاننا ضروری ہے کہ اس وقت کا مجدد کون ہے تو امام ایچ ڈی دادا بتائیں کہ اب تو چودھویں صدی انتہا کو آپہنچی ہے اس وقت پندرھویں صدی کا مجدد کون ہے ؟

## امام ایچ ڈی دادا

آپ بتائیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کو کیا مانتے ہیں ، آپ انہیں اگر مجدد نہیں مانتے تو کیا مانتے ہیں ، ہندوستان اور پاکستان کے رہنے والے سب لوگ انہیں کچھ نہ کچھ تو مانتے ہیں۔

## علامہ خالد محمود صاحب

ہم مرزا غلام احمد کو ان کے سب آسمانی دعووں میں جھوٹا اور کذاب مانتے ہیں[1] مرزا صاحب نے تو خدائی صفات کا دعوے بھی کیا ہے اور حضورؐ پر جھوٹ بھی باندھے ہیں ، یہ پیچھے میرے ہاتھ میں مرزا غلام احمد کی ۱۹۰۲ء کی تصنیف خطبہ الہامیہ ہے اس میں مرزا غلام احمد کا دعوے ہے۔

و اعطیت صفة الافناء والاحیاء ۔

خطبہ الہامیہ ص۲۳ طبع ۱۹۰۲ء قادیان ۔

(ترجمہ ) اور مجھے موت دینے اور زندہ کرنے کی صفات دیا گیا ہوں ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام تو خدا کی یہ صفت بتلاتے ہیں کہ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے ۔ ربی الذی یحیی و یمیت (القرآن کریم) اور مرزا غلام احمد یہ کہے کہ موت و حیات میرے قبضے میں ہے ۔ استغفر اللہ ۔

## امام ایچ ڈی دادا

ابھی پہلی بحث باقی ہے ۔ آپ بتائیں کہ چودھویں صدی کے

---

[1] سوائے اپنے اس دعوے کے ۔

کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(منظور الہی)

مجدّد ہونے کا دعوے مرزا صاحب کے سوا اور کس نے کیا ہے
(لوگوں نے کہا کہ یہ بات پہلے ہو چکی ہے کہ مجدد کے لئے
دعوے ضروری نہیں ہوتا)

## علامہ خالد محمود صاحب

آپ پھر غلط بحث کر رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد نے واقعی خدائی صفات کا دعوے کیا ہے۔ قرآن پاک خدا کی شان بتلاتا ہے کہ کن کہہ کر وہ سب کچھ بنادے۔ انما امرہ اذا اراد شیاءً ان یقول لہٗ کن فیکون (پ ۲۳ سورہ یٰسین) اور مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ خدا نے مجھے وحی کی اور یہ مقام بخشتا ہے۔

انما امرک اذا اردت شیاءً ان تقول لاکن فیکون۔

استفتاء ضمیمہ حقیقتہ الوحی صہ ۸۶

(ترجمہ) بیشک تو جس کام کا ارادہ کرے تو کہا کہ تو کن بھی اور سب کچھ ہو جائے۔

قرآن کی رو سے یہ کن فیکون خدا کی شان ہے۔ کوئی بندہ خدا کی صفات کا مالک نہیں ہو سکتا کہ کن کہہ کر جہاں بنا ڈالے۔

مرزا غلام احمد نے تو اپنے لڑکے کے بارے میں دعوے کیا تھا کہ گویا خدا آسمان سے اتر پڑا ہے۔ مرزا اپنے لڑکے مبارک احمد کے بارے میں یہ خدائی الہام لکھتا ہے۔

انا نبشرک بغلام مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء

حقیقتہ الوحی صہ ۹۵۔ استفتاء صہ ۸۵

(ترجمہ) ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا (یوں سمجھو) گویا خدا ہی آسمان سے اتر پڑا ہے۔ انجام آتھم صہ ۶۲

مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ مجھے خدا نے کہا۔

تو مجھ سے ہے، میں تجھ سے ہوں۔ انت منّی وانا منک

حقیقتہ الوحی صہ ۷۴

حالانکہ قرآن کریم میں ہے لم یلد ولم یولد نہ خدا نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ پھر مرزا غلام احمد نے اس الہام کا بھی دعوے کیا ہے۔

انت منی بمنزلۃ ولدی۔ حقیقتہ الوحی صہ ۸۶ استفتاء صہ ۸۲

(ترجمہ) تو میرے لئے میرے لڑکے کے درجے میں ہے۔

جب خدا کا کوئی لڑکا نہیں تو کوئی اس کے درجے میں کیسے ہو سکتا ہے جب کوئی اصل نہیں تو اس کا مثل کیسے ہوگا۔

یہ صریح کفر و شرک کا ارتکاب ہے۔

## امام ایچ ٹی دادا

ہم پہلے کتنی دفعہ کہہ چکے ہیں کہ حقیقتہ الوحی کسی جعلساز اور کذاب کی کتاب ہے۔ یہ سب خدائی صفات کے دعوے اسی جعلی کتاب کے ہیں۔ آپ لوگوں میں ہمت ہے تو چودھویں صدی کا مجدد بتائیں۔

## علامہ خالد محمود صاحب

میں نے پہلے بھی بتلایا ہے اور اب پھر کہتا ہوں کہ چودھویں صدی کے مجدد ملک عبدالعزیز والی سعودی عرب تھے اور ان کا حرمین شریفین کو شرک و بدعت سے پاک رکھنا واقعی تجدیدی کارنامہ ہے اور مورخینِ اسلام نے آپ کو مجددین قرن رابع عشر میں شمار کیا ہے۔

## امام ایچ ٹی دادا

آپ نے یہ جو کہا ہے کہ مرزا صاحب نے حضور رسول پاکؐ پر جھوٹ باندھے۔ اس لئے وہ مجدد نہیں ہو سکتے۔ آپ نے اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا پس اس صدی کے مجدد مرزا صاحب ہی ہیں۔

## علامہ خالد محمود صاحب

قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ قیامت کا علم کہ کب واقع ہوگی۔ اللہ رب العزت نے کسی کو نہیں دیا صرف اسی کو علم ہے کہ قیامت کب آئے گی مگر مرزا غلام احمد اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھتا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ قیامت ایک سو کے بعد واقع ہو جائے گی۔ یہ لیجئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی۔ آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی۔ ازالہ اوہام صہ ۱۰۶

مرزا غلام احمد کا یہ حضورؐ پر کھلا افتراء ہے حضورؐ تو یہ فرمائیں کہ قیامت کب آئے گی اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور یہ بھی فرمائیں ما المسئول عنھا باعلم من السائل۔ اور مرزا غلام احمد یہ کہے کہ حضورؐ نے مدت بھی بتلادی تھی کہ ایک سو برس تک قیامت

آجائے گی۔ یہ میرے ہاتھ میں مشکوٰۃ ہے اس کے صہ پر یہ حدیث موجود ہے جس کا مرزا غلام نے حوالہ دیا ہے اور اس میں تحریف کی ہے۔ حضورؐ نے کہا تھا

تسئلونی عن الساعۃ وانما علمہا عند اللہ۔

مشکوٰۃ مع انگریزی ترجمہ جلد

(ترجمہ، تم مجھ سے قیامت کا پوچھتے کہ کب آئے گی، اس کا علم تو بس اللہ کے پاس ہی ہے۔

## الحاجی اے اے بیلو

## امام ایچ ٹی دادا

یہ اور موضوع ہے ہم اس میں بحث نہیں کرتے آپ پہلے یہ بتائیں کہ چودھویں صدی کا مجدد کون ہے؟ چودھویں صدی کا مجدد مہدی بھی ہوگا۔ آپ نے جو مجددین بتائے ہیں ان میں سے کسی نے مہدی ہونے کا دعوے نہیں کیا۔ یہ چودھویں صدی کے مجدد نہیں ہوسکتے حدیث میں ہے کہ مہدی چودھویں صدی میں آئے گا اور وہی چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔

(جب مترجم اس کا مقامی زبان اور عربی میں ترجمہ کر چکے تو مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی نے گرجتے ہوئے کہا)

## مولانا منظور احمد چنیوٹی

یہ حدیث دکھاؤ جس میں چودھویں صدی کا صریح ذکر ہو حضورؐ نے فرمایا کہ مہدی چودھویں صدی میں آئے گا۔ اگرچہ وہ حدیث ضعیف ہی کیوں نہ ہو، ہمارا چیلنج ہے کہ آپ قیامت تک ایک ایسی حدیث نہیں دکھا سکتے جس میں حضور نے صریح طور پر فرمایا کہ مہدی کا ظہور چودھویں صدی میں ہوگا۔

## الحاجی اے اے بیلو

احادیث صریحہ میں آیا ہے[1] کہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔ کیا آپ ان احادیث صریحہ کے منکر ہیں؟

## مولانا منظور احمد

آپ حضورؐ پر پھر افتراء باندھ رہے ہیں۔ حضورؐ نے کسی حدیث میں نہیں فرمایا کہ مسیح یا مہدی کا ظہور چودھویں صدی میں ہوگا پہلے مرزا غلام احمد نے[1] حضورؐ پر یہ افترا باندھا تھا اور اب آپ اسی جھوٹ کو دہراتے جا رہے ہیں۔

## الحاجی اے اے بیلو

چودھویں صدی کا ذکر حضورؐ کی حدیث میں موجود ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب نے حضورؐ پر جھوٹ ہرگز نہیں باندھا یہ حدیث جواہر الاسرار میں موجود ہے۔

## مولانا منظور احمد

جواہر الاسرار پیش کرو اس میں بھی یہ حدیث جس میں قرن رابع عشر کا ذکر ہو ہرگز موجود نہیں یہ بھی تمہارا جھوٹ ہے جو اس کتاب کے ذمے لگا رہے ہو۔

## امام ایچ ٹی دادا

اس وقت یہ کتاب ہمارے پاس نہیں ہے۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ اس میں یہ حدیث موجود ہے

## مولانا منظور احمد

یا کتاب پیش کرو ورنہ اس کا حوالہ دینا بند کرو۔ حدیث کی کسی کتاب سے حضورؐ کے نام سے قرن رابع عشر کا لفظ دکھاؤ نہیں تو تسلیم کرو کہ مرزا غلام احمد کذاب اور دجال ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے یا تو مرزا غلام احمد کو جہنمی تسلیم کرو یا حدیث میں چودھویں صدی کا لفظ دکھاؤ۔

---

[1] یہ جھوٹی روایت دراصل مرزا غلام احمد کی وضع کردہ ہے اس کی عام اشاعت کی ہے۔ حدیث تو ایک طرف رہی مرزا غلام احمد نے تو اسے قرآن کی طرف بھی منسوب کیا ہے کہ اس میں ہے چودھویں صدی میں مسیح موعود ظاہر ہوگا (معاذ اللہ) قرآن پاک پر کتنا بہتان ہے کہ اس میں چودھویں صدی کا مذکور ہونا بتلایا جا رہا ہے۔ مرزا غلام احمد نے تحفہ گولڑویہ صہ ۹۱ طبع اول میں لکھا ہے۔ علاوہ نصوص صریحہ قرآن شریف اور احادیث کے تمام اکابر اہل کشوف کا اس پر اتفاق ہے کہ چودھویں صدی وہ آخری زمانہ ہے جس میں مسیح موعود ظاہر ہوگا۔

[1] مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صہ ۱۸۸ میں حضورؐ پر یہ جھوٹ باندھا ہے جس کا دل چاہے اصل کتاب دیکھ لے۔

## الحاجی اے اے بیلو

یہ دیکھو ہمیں کتاب جواہرالاسرار مل گئی ہے۔ اس میں یہ حدیث موجود ہے۔

(علامہ خالد محمود صاحب اس کتاب کو ہاتھ میں لے کر اس حوالے کو دیکھتے ہیں)

## علامہ خالد محمود صاحب

اس حوالے میں قرن رابع عشر کا لفظ کہیں نہیں ہے (مرزائی مناظرین کی طرف رُخ کرکے) چودھویں صدی کا ذکر اس میں کہاں ہے؟ دکھاؤ! یہ تم نے سب کے سامنے کتنا بڑا جھوٹ بولا ہے۔

ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اس وقت مرزائی مناظرین کی حالت دیکھنے کے لائق تھی یہ جگہ انکا اپنا مرزائیہ تھی کہیں بھاگ کر بھی نہ جا سکتے تھے اور اتنے شرمندہ اور نادم تھے کہ سر بھی اوپر نہ اٹھا سکتے تھے۔

ع نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

## مولانا منظور احمد

ہم ان مرزائیوں کے صدر سے پوچھتے ہیں کہ یا تو ان سے حدیث میں چودھویں صدی کا لفظ پوچھ کر ہمیں دکھائیں یا صاف اقرار کریں کہ ان کے مناظرین یہ اپنا پیش کردہ حوالہ کہیں دکھا نہیں سکے۔

## مرزائی صدر

ہمارے مناظرین چودھویں صدی کا لفظ واقعی کسی حدیث سے نہیں دکھا سکے۔

اس پر مناظرہ ختم ہوگیا چھ بج چکے تھے اور یہی مناظرہ کا آخری وقت مقرر تھا۔

مرزائیوں کا اپنے گھر میں یہ حال تھا کہ ڈوب مرنے کو پانی نہ تھا اور ان کی اس ذلت و رسوائی سے پورے علاقے میں مرزائی شوکت پامال ہوگئی۔ نائیجیریا میں مرزائیت کے خاتمہ کے لئے یہ مناظرہ ایک تاریخی یادگار رہے گا۔

## ایک ضروری یادداشت

مناظرہ سے فارغ ہوکر وفد ختم نبوت اور مقامی علماء و مبعوثین اور زعماء و عامۃ المسلمین شیخ امانت اللہ کے ہاں جمع ہوئے۔ شیخ مصطفےٰ النحدیجی نے کہا کاش کہ ایسے چند نظارے اس سرزمین میں اس وقت ہو جاتے جب مرزائی عامۃ الناس کی بے خبری سے فائدہ اٹھا کر انہیں اسلام کے نام سے دھوکہ دینے کے لئے یہاں وارد ہوئے تھے افسوس کہ ہم لوگ تو مسیح اور مہدی کی بحثوں میں لگے رہے اور ہمیں یہ خیال بھی نہ آیا کہ خود مرزا غلام احمد کی زندگی اور اس کے اپنے صدق و کذب کا بھی جائزہ لیں کہ وہ خود کس قسم اور کس سیرت کا آدمی تھا۔

شیخ عبدالوہاب نے کہا کہ پاکستان سے ختم نبوت پر کام کرنے والے علماء کا یہ پہلا وفد ہے۔ نائیجیریا کے لوگوں نے اس سے پہلے اس قسم کے جلسے یا مناظرے پہلے نہ کبھی سنے ہیں نہ دیکھیں ہیں اس مناظرے سے اس ملک میں مرزائیت پر غور کرنے کا ایک اور دروازہ کھلے گا۔ اگر یہ بات عام ہو جائے کہ مرزا غلام احمد نے خدا اور رسولؐ کے نام سے جھوٹ وضع کئے ہیں تو یہاں کے لوگ مرزائیت سے کلیتہً بیزار ہو جائیں گے۔

شیخ مرتضیٰ اور صلاح الدین البوصیری مسلمانوں کی اس فتح پر بہت خوش تھے۔ احباب کی اس مجلس میں مولانا منظور احمد چنیوٹی نے حضرات علماء مبعوثین سے گذارش کی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ علماء حضرات کو اس ملک میں دینی کام کرنے کا موقع عطاء فرمایا ہے۔ مکاتب میں تدریس کا کام کرنے کے ساتھ تبلیغ کی بھی ایک بڑی ذمہ داری آپ بزرگوں پر عائد ہوتی ہیں علماء کرام انبیاء کے وارث ہیں۔ پس پیغمبروں نے جن جن طریقوں سے دین پر محنت کی ہے انہیں ان سب طریقوں کو ساتھ لے کر چلنا پڑتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم کے ساتھ تبلیغ پر بھی پوری محنت فرماتے تھے۔ تعلیم سے ذہن روشن ہوتے ہیں، لیکن ملت کا وجود تبلیغ و تربیت سے نشو و نما پاتا ہے۔

آپ حضرات کے سامنے عیسائیت اور مرزائیت دو بڑی طاقتیں ہیں۔ آپ کو ان کے مصادر علمی کا تنقیدی مطالعہ کرنا چاہیئے مرزا غلام احمد کی اوّل تو ساری کتابیں آپ کے پاس ہونی چاہئیں۔ نہیں تو کم از کم اس کی عربی کتابیں آپ اپنے پاس ضرور رکھیں ان کا سیر حاصل مطالعہ کریں۔ اس مطالعہ سے آپ پر خود ہی کھلتا جائے گا کہ مرزا غلام احمد نے کہاں کہاں الحاد، غلط بیانی اور دجل سے کام لیا ہے یہ اس کی تعلیمات کے وہ گوشے ہیں جو ضرور آپ حضرات کے پیش نظر رہنے چاہئیں۔ اس کام میں محنت تو ضرور ہوگی، لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ آپ کی ذمہ داری

(باقی ۲۸ پر)

# پولنگ ایجنٹس کا تقرر

امیدوار یا اس کا الیکشن ایجنٹ پولنگ کے لیے پولنگ سٹیشنوں پر ایسے پولنگ ایجنٹس کا تقرر کرے گا۔ اور یہ کام پولنگ کے آغاز سے قبل کرنا ہوگا۔ ایک پولنگ سٹیشن پر جتنے پولنگ بوتھ ہوں گے اتنے ہی پولنگ ایجنٹس کی تقرری کرنی ہوگی کیونکہ ایک پولنگ پر صرف ایک ہی پولنگ ایجنٹ مقرر کیا جا سکتا ہے۔ ہر پولنگ بوتھ میں امیدوار کا پولنگ ایجنٹ موجود ہوگا جو امیدوار کے حقوق کا نگران ہوگا۔

---

# معذور رائے دہندگان

اگر رائے دہندہ اندھا یا کسی اور طرح معذور ہو۔ اور کسی کی مدد کے بغیر اپنی پسند کے امیدوار کے نام کے سامنے مہر نہ لگا سکتا ہو تو قانونی طور پر مجاز ہوگا کہ اس کے ساتھ ایک مددگار ہو جو اس کی رہنمائی کرے۔

(سکریٹری پارلیمانی بورڈ)

**بقیہ: احادیث الرسول**

بعد زندگی بھر کے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔

اللہ اللہ کتنا کٹھن ہوگا یہ کام؟ اور کتنی بڑی ہوگی یہ گھڑی؟ جوانی کو دیوانی کہتے ہیں۔ اس عمر میں انسان زندگی سے بھرپور مگر بے حد بے فکر اور لاابالی ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں خاص طور پر باز پرس ہوگی۔ مال و دولت کے ذرائع اور خرچ کے مقامات دونوں کی پوچھ ہوگی۔ ناجائز ذرائع سے کمانا ہی برا نہیں بلکہ ناجائز کاموں میں خرچ کرنا بھی اتنا ہی جرم ہے۔ پھر علم ہو تو عمل نہ ہو تو یہ انسان کی بڑی بدقسمتی اور بدبختی ہے۔

---

# دعاءِ مغفرت

● حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدہم کے خصوصی خادم جناب ظہور صاحب (مالک میکا انارکلی) اور محمد اعظم صاحب (تالے والے لوہاری دروازہ لاہور) کے والد گرامی پچھلے دنوں انتقال فرما گئے۔ الحمد للہ کہ آخری بات جو ان کی زبان پر جاری ہوئی وہ کلمہ طیبہ تھا۔ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب (جامعہ اشرفیہ) نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جبکہ حضرت مولانا انور مدظلہم نے بعد میں پہنچ کر بعد از تدفین دعا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو دولت صبر سے نوازے۔ (مدیر اعلیٰ)

---

● خدام الدین کے پرانے ایجنٹ فضل کریم صاحب ککر سیداں ضلع راولپنڈی کے دو صاحبزادے عبدالعزیز اور عبدالمجید ٹریفک کے حادثہ میں شہید ہو گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہم اس دردناک حادثہ پر اپنے کرم فرما فضل کریم صاحب کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو ذخیرہ آخرت بنائے اور انہیں نعم البدل نصیب فرمائے۔ (آمین) (ادارہ)

---

## ضرورت رشتہ

حافظ القرآن، قاری، ماہر طبیب، عمر ۴۷ سال ماہوار آمدنی ہزار روپے سے زائد کے لیے نیک سیرت قبول صورت بیوہ جس کی اولاد نہ ہو یا زیادہ عمر کی دوشیزہ عمر ۳۰ - ۲۵ سال سے زیادہ نہ ہو۔ بغیر کسی شرائط کے فوری ضرورت ہے۔ (پہلی بیوی فوت ہو چکی ہے)

مکمل کوائف معرفت جناب قاری غلام فرید صاحب پیش امام جامع مسجد حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور۔

---

**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ ہے**
اور پھر ——— مستقل نافرمانی
یہ محبت نہیں ——— انکار ہے!
(خاموش مبلغ ملتان)

## بقیہ : اداریہ

بڑھتی چلی جا رہی ہیں بالائے ستم یہ کہ سب کچھ کرنے کے باوجود پھر شور ہے کہ قومی اتحاد والے گڑبڑ کر رہے ہیں اور اس ضمن میں الیکشن کمیشن کے نام دہائی دی جاتی ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ فساد انگیزی اور شرارت محض اس لیے ہے کہ کسی نہ کسی طریق سے انتخاب سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکے لیکن قوم کی بیداری ایسا نہیں ہونے دے گی اور بھٹو صاحب کو اپنے کیے پر نہ صرف یہ کہ پچھتانا پڑے گا بلکہ وہ مدتوں اپنی پسلیوں کو سینکتے رہیں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اپنی ذات کو "عقل کل" سمجھنا کتنا سنگین جرم ہے۔

اس فیصلہ کی گھڑی پر اگر ہم انہیں مخلصانہ مشورہ دیں تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔ وہ یہ کہ حضور آپ ۵۸ء سے لے کر اب تک اس قوم کا خون چوستے رہے ہیں اور اتنا طویل عرصہ کسی نہ کسی طریق سے اقتدار سے وابستہ رہے ہیں اب جبکہ قوم آپ کی تمامتر فریب کاریوں کو اچھی طرح سمجھ چکی ہے تو قوم کے اجتماعی فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی آپ کے لیے سود مند ہوگا۔

جہاں تک بھٹو صاحب کے نورتنوں کا تعلق ہے ان سے کچھ کہنا اس لیے بے سود ہے کہ ان کی اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ چونکہ بھٹو صاحب کے صدقہ اس مقام پر پہنچے ہیں اس لیے ہمارے نزدیک وہ ہیچ محض ہیں۔ البتہ پی پی پی کے نچلی سطح کے کارکن جو "فریب" کا شکار ہو گئے اور "قائد عوام" کے "جانثار سپاہی" بن گئے۔ ان سے یہ کہنا ضروری ہے کہ آپ "در توبہ کھلے "وا" ہونے سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے ہی کروڑوں بھائی بندوں کی اجتماعی سوچ کا ساتھ دے کر "ہم خرما و ہم ثواب" کے مزے لوٹیں۔

اور آخر میں ملت اسلامیہ کے جی دار اور بہادر فرزندوں سے عرض کریں گے کہ "فیصلہ کی گھڑی" سر پہ آ چکی ہے، سوال صرف اتنا نہیں کہ اس ملک میں کون آتا ہے اور کون نہیں بلکہ آج سوال یہ ہے کہ ہم اس ملک میں باعزت اور شریفانہ زندگی گزار سکتے ہیں یا نہیں؟

آج سوال ہمارے ملی تشخص کا ہے؟ قوم کی بچیوں کی عزت کا ہے؟ جان و مال کی حفاظت کا ہے؟ اسلام کے عادلانہ نظام کے صدقہ آبرومندانہ زندگی گزارنے کا ہے؟ وحدت و یگانگت اور اجتماعیت کا ہے؟ ملک کو ناقابل تسخیر اسلامی قلعہ بنانے کا ہے؟ بچھڑے ہوؤں کو ساتھ ملانے اور آئندہ کے لیے ساتھ ملا کر رکھنے کا ہے؟ اور دنیا میں اپنی ساکھ کے بحال کرنے کا ہے؟ اگر آپ کو اپنا مستقبل عزیز ہے، اس ملک کا مستقبل عزیز ہے اور آپ یہاں آرام اور سکھ کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں" اپنے آپ کو اور اپنی آئندہ نسلوں کو مسلمان دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر اپنا وزن پاکستان قومی اتحاد کے پلڑے میں ڈال دیں اور ہر قسم کی دھاندلی، بے راہروی، جبر و تشدد اور خوف و ہراس کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت آپ کے ساتھ ہوگی۔

علو ۶ ربیع الاول ۹۷

## بقیہ : مناظرہ

ہے۔ آپ یہ محنت نہ کریں گے تو اور کون کرے گا۔ صحابہ کرامؓ نے تو تقدیس ختم نبوت پر اپنی جانیں بھی قربان کی ہیں۔

آپ حضرات یہ بھی کریں کہ یہاں کے مقامی زعماء اور مسلم طلباء سے اچھا دینی رابطہ قائم رکھیں اور ان سے مل کر کچھ ایسے پروگرام ترتیب دیتے رہیں کہ پاکستان ہندوستان اور عرب کے وہ علماء جو مرزائیت کا اچھا تنقیدی مطالعہ رکھتے ہیں وہ اس ملک میں آتے رہیں اور جو فوائد و ثمرات آپ نے ختم نبوت کے اس وفد کی آمد سے محسوس کئے اور پائے ہیں' ان کا ایک تسلسل جاری ہو جائے۔ باہر سے علماء اکابرین بھی ختم نبوت پر کام کرنے کے لئے آتے رہیں اور آپ حضرات خود بھی الحاد و ارتداد کے لئے تیغ براں بن کر رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ان خدمات کو قبول فرمائے اور وہ ان تمام دینی مہمات میں آپ کا حامی و ناصر ہو۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

---

● چوہدری عبد محمد صاحب لدھیانوی کافی عرصہ سے صاحب فراش ہیں قارئین کرام ان کی صحت عاجلہ و کاملہ کے لیے دعا فرمائیں۔

بناتِ اسلام

# حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مولانا اعجاز الحق قدوسی

آپ کا نام رملہ کنیت ام حبیبہ، آپ کے والد کا نام ابو سفیان اور والدہ کا نام صفیہ تھا[1]

**پیدائش** حضرت ام حبیبہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے سے سترہ سال پہلے پیدا ہوئیں تھے[2]

**نکاح** حضرت ام حبیبہؓ کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا تھا[3]

**اسلام** حضرت ام حبیبہؓ اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ساتھ اسلام کے شروع زمانے میں ایمان لائیں اور جب مسلمانوں نے مکّے سے ہجرت کی تو یہ دونوں میاں بیوی بھی ہجرت کر کے حبش چلے گئے، حبش میں ان کے شوہر عبیداللہ اسلام کو چھوڑ کر عیسائی ہو گئے اور انہوں نے حضرت ام حبیبہ سے بھی عیسائی ہونے کے لئے کہا مگر آپ نے انکار کر دیا اور مضبوطی سے اسلام پر جمی رہیں، عبیداللہ کے عیسائی ہو جانے کی وجہ سے میاں بیوی میں جدائی ہو گئی اور پردیس میں حضرت ام حبیبہؓ بالکل بے سہارا رہ گئیں۔

عبیداللہ بن جحش مرتے دم تک عیسائی رہے۔ ایک دن شراب پیئے ہوئے نشہ کی حالت میں کہیں گر پڑے اور ایسی چوٹ آئی کہ اسی تکلیف میں مر گئے[4]

**آنحضرت صلعم سے نکاح** جب حضرت ام حبیبہ کی عدت کے دن پورے ہو گئے تو رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو حبش کے بادشاہ نجاشی کے پاس اپنے نکاح کا پیغام دے کر روانہ کیا۔ نجاشی نے اپنی باندی ابرہہ کے ذریعہ سے حضرت ام حبیبہؓ کو کہلا بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو نکاح کا پیغام دیا ہے۔ تم کسی کو اپنا وکیل مقرر کر دو تاکہ نکاح کی رسم ادا کی جائے۔ حضرت ام حبیبہؓ اس پیغام سے اس قدر خوش ہوئیں کہ انہوں نے ابرہہ کو چاندی کے دو کنگن اور انگوٹھیاں دیں اور فوراً اس پیغام کو منظور کر لیا اور انہوں نے خالد بن سعید بن عاصؓ کو اپنا وکیل بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا۔ اسی روز عشاء کے وقت نجاشی نے حضرت جعفرؓ اور وہاں کے دوسرے مسلمانوں کو جمع کر کے خود نکاح پڑھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کئے[5]

نکاح کے بعد نجاشی کی طرف سے جو لوگ وہاں موجود تھے سب کو کھانا کھلایا گیا، اس موقع پر نجاشی نے بیان کیا کہ پیغمبروں کی سنت یہ ہے کہ نکاح کے بعد کھانا ہوتا ہے[6]

یہ نکاح ہجرت کے ساتویں سال ہوا۔ نکاح کے بعد نجاشی نے حضرت ام حبیبہؓ کو حضرت شرجیل ابن حسنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ بھیجا جس وقت وہ مدینہ پہنچی ہیں، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر میں تھے[7]

**رسول پاکؐ کی محبت** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور

---

[1] زرقانی جلد ثالث صفحہ (۲۴۲) [2] سیر الصحابیات صفحہ (۳۷) بحوالہ اصابہ صفحہ (۸۴) [3] زرقانی جلد ثالث صفحہ ۲۴۲ و ۲۴۳ [4] زرقانی جلد ثالث صفحہ (۲۴۲) وطبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ (۹۷/۹۸)

[5] حضرت ام حبیبہؓ مہر جو نجاشی نے ادا کیا بعض روایتوں میں نو سو دینار، بعض میں چار سو دینار اور بعض میں چار ہزار درہم ہے اور بعض میں چالیس اوقیہ بھی مذکور ہے۔ دیکھو زرقانی جلد ثالث صفحہ (۲۴۲ و ۲۴۳) مگر اہل علم نے چار سو دینا والی روایت کو ترجیح دی ہے [6] طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ (۷۰) [7] زرقانی جلد ثالث صفحہ (۲۴۳) [8] سیر الصحابیات صفحہ (۴۳)

آپ کا ادب سب سے پہلی اور ضروری چیز ہے۔ اگر یہ نہیں تو ایمان سلامت نہیں رہتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت اُمّ حبیبہؓ کو بہت محبت تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے سامنے اپنے ماں باپ اور رشتے داروں کی بھی پروا نہ کرتی تھیں۔

ایک دفعہ حضرت اُمّ حبیبہؓ کے والد ابو سفیان جب کہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا کسی وجہ سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ آئے، ان کی بیٹی حضرت اُمّ حبیبہؓ بھی وہیں موجود تھیں۔ ابو سفیان ان سے ملنے کے لئے گئے اتفاقاً جب یہ گھر میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچھونا بچھا ہوا تھا۔ ابو سفیان اس بچھونے پر بیٹھنا چاہتے تھے کہ حضرت اُمّ حبیبہؓ نے فوراً بچھونے کو لپیٹ دیا۔ ابو سفیان کو اس بات پر بہت غصّہ آیا، بیٹی سے کہا۔ کہ معلوم ہوتا ہے کہ بچھونا تم کو مجھ سے زیادہ عزیز ہے حضرت اُمّ حبیبہؓ نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچھونا ہے، آپ چونکہ مشرک ہیں اس لئے اس پر نہیں بیٹھ سکتے۔ ابو سفیان نے شرمندہ ہوکر کہا کہ بیٹی تو ہم سے جُدا ہوکر بگڑ گئی ہے[1]

## آنحضرت صلعم کے حکموں کی پابندی

جس طرح ہر مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی جان، اپنے مال، اپنے عزیز، اپنے رشتہ داروں، اپنے ماں باپ اور ساری دنیا سے زیادہ محبت رکھے اسی طرح ہر مسلمان کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکموں کی اطاعت و پیروی سب سے بڑھ کر کرے دنیا میں کوئی آدمی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکموں پر چلے بغیر فلاح نہیں پا سکتا۔

حضرت اُمّ حبیبہؓ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکموں کی بڑی پابندی کرتی تھیں۔ حضرت صفیہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت اُمّ حبیبہؓ کے والد ابو سفیانؓ کا انتقال ہوا تو انہوں نے ران کے انتقال کے بعد چوتھے دن، خوشبو منگا کر اپنے رخساروں اور ہاتھوں پر ملی اور کہا اگرچہ مجھے اس وقت خوشبو لگانے کی ضرورت نہ تھی مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ کسی مسلمان عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے سوا، اپنے کسی دوسرے عزیز کی موت کا غم تین دن سے زیادہ کرے۔ لیکن بیوی کو اپنے شوہر کا چار مہینے دس دن سوگ کرنا چاہیئے[2]

ایک دفعہ حضرت اُمّ حبیبہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ جو آدمی ہر روز بارہ نفلیں پڑھے گا اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا وہ ان نفلوں کو ہمیشہ پابندی سے پڑھتی تھیں اور کبھی نہیں چھوڑتی تھیں[3]

**علم** حضرت اُمّ حبیبہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پینسٹھ (۶۵) حدیثیں لوگوں سے بیان کیں ہیں[4]

**وفات** حضرت اُمّ حبیبہؓ تہتر برس کی عمر پا کر ۴۴ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں جنت کو سدھاریں[5] اناللہ و انا الیہ راجعون۔

انہوں نے اپنی وفات سے کچھ پہلے حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ کو بلایا اور کہا سوکنوں میں کچھ نہ کچھ جھگڑا ہو ہی جاتا ہے اگر کبھی مجھ سے تمہیں کوئی رنج پہنچا ہو تو معاف کردو اور میرے لئے بخشش کی دعا کرو دونوں نے کہا ہم دونوں خوشی سے معاف کرتے ہیں اور ان کے لئے دعا کی حضرت اُمّ حبیبہؓ نے کہا بیبیو تم نے مجھے اس وقت خوش کیا خدائے تعالیٰ تم کو بھی خوش رکھے[6]

**اولاد** حضرت اُمّ حبیبہؓ کے شوہر سے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ صاحبزادے کا نام عبداللہ اور صاحبزادی کا نام حبیبہ تھا۔ انہیں صاحبزادی کی وجہ سے آپ کی کنیت اُمّ حبیبہ تھی[7]

---

## فرمایا حضرت علیؓ نے

● جو غلطی دیدہ دانستہ اور جان بوجھ کر کی گئی ہو وہ ناقابل معافی ہے۔

مرسلہ: رستم علی ناصر رتہ ٹبہ بنگلہ

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ (۷۰)، [2] طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ (۷۰)، [3] مسند امام احمد جلد ۶ صفحہ (۳۲۷)، [4] رحمت اللعالمین جلد دوم صفحہ (۲۲۷) [5] طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ (۷۱)، [6] زرقانی جلد ثالث صفحہ (۲۴۰)، [7] زرقانی جلد ثالث صفحہ (۲۴۲) و سیر الصحابیات صفحہ (۵۷)

مولانا عبیداللہ انور پبلشر نے پرنٹر خواجہ شوکت علی پریمیئر پرنٹرز میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔

# اسلام اور غریب کی حیثیت

: محمد طیب شاہد ناظم مدرسہ قاسم العلوم سارو کے

دُنیا میں کوئی جماعت نہیں کوئی ملک ایسا نہیں جو غریبوں، مزدوروں، کسانوں، بے بسوں کی حمایت کا دعویٰ نہ رکھتی ہو چین، روس، امریکہ، برطانیہ، ہندوستان، پاکستان، الغرض روئے زمین پر چہار جانب یہی ہنگامہ برپا ہے۔ ہر کسی نے غریب کو ایک کھلونا سمجھ رکھا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ان کے نزدیک غریب کوئی بڑا جرم ہے کہ ہر جماعت و انجمن اس کو اس کے جرم کی سزا دیتی ہے۔ اس کے برعکس غریبوں کے پاس چلے جائیے اور ان سے حالات دریافت کریں تو یقیناً سب غریب یہی جواب دیں گے کہ ملک کے لیڈر ہمارا نام لے کر کھاتے پیتے ہیں۔ ہمارے بچوں کا حق بھی ہم سے چھینتے ہیں لیکن سوائے محبت و وعدہ وفا کے مدد ہمارے لیے کچھ نہیں کرتے۔ ہر لیڈر وعدہ فراموش، ہر ایک راہنما راہزن اور ہر ایک محافظ خود ڈاکو، ہمارے پاس تن ڈھانپنے کو کچھ نہیں اور ہمیں ملک کے اندر کوئی عزت و مقام حاصل نہیں۔ جیسے تماشبین طوائف کو نچا کر چلے جاتے ہیں۔ ایسے ہی یہ لیڈرانِ قوم ہمیں نچا کر چلے جاتے ہیں۔ ہمیں سبز باغ دکھلانے والے خود تو باغوں میں پہنچ جاتے ہیں اور ہمیں دھوپ میں چھوڑ جاتے ہیں۔ جو ایک دفعہ لیڈر بن گیا اس نے اتنا کمایا کہ الامان والحفیظ! اس کی سات پشتیں تو آرام سے بیٹھ کر کھا سکتی ہیں۔ سنتے ہیں کہ کوئی وقت تھا کہ غریب غربت کی چکی میں پسے رہے تھے جن کو بدوی کہہ کر پکارا جاتا تھا ہر طرف غربت ہی غربت نظر آتی تھی لیکن ہماری آنکھوں نے وہ منظر بھی دیکھا وہی جو کبھی غریب تھے آج وہی اپنے مال کی زکوٰۃ اٹھا کر بازاروں میں گشت لگا کر صدا دے رہے تھے کہ اگر کوئی محتاج ہو، تنگدست، غریب ہو وہ ہم سے زکوٰۃ لے جائے۔ یہ اچانک تبدیلی کیسے رونما ہوئی۔ کیا سائنس نے انہیں مالدار بنایا۔ کیا دولت بنانے والی مشینیں لگا رکھی تھیں۔ نہیں یہ سب برکت اس نظام کی تھی جس میں کوئی اونچ نیچ، شاہ و گدا، قوی و ضعیف، مالک و رعایا، بڑے، چھوٹے کی افراط و تفریط نہ تھی۔ وہ نظام جب دُنیا پہ آیا تو دُنیا سے تمام ناہمواریاں دُور ہو گئیں۔ جو انسانیت پامال ہو رہی تھی اس کو دھول اور گرد و غبار سے اٹھا کر سینے سے لگایا۔ ظلم، جور و جفا، افراط و تفریط کا دروازہ بند کیا۔ دُنیا میں جو کمزوری تھی اسلام نے اس کی جڑ کاٹی۔ ان دروازوں کو بند کیا جہاں کبر و نخوت کی وبائیں پھوٹتی تھیں۔ اگر امیر المؤمنین قوم کو خطاب کرے تو ہر آدمی کا حق ہے کہ وہ اس سے سوال بھی کرے۔ امیر المؤمنین بھی گھر کے اندر وہی چیز کھائے جو ایک عام شہری کھاتا ہو۔ قوم کے حالات کی دیکھ بھال کرنا ضروری تھی، چاہے دن کو کرے چاہے رات کو کرے۔ خلفائے راشدین کی زندگی میں کوئی جاہ و حشم نہ تھا۔ ان کی غذا، ان کا مکان، ان کا ساز و سامان، ان کا لباس امت کے ایک عام فرد کی طرح تھا۔ بیت المال کو قوم کی ملکیت سمجھا جاتا۔ خلفاء اپنے آپ کو مخدوم نہیں بلکہ خادم سمجھتے تھے۔ نواحِ مدینہ میں ایک ضعیف و لاچار بڑھیا رہتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ روزانہ علی الصباح اس کے گھر جا کر اس کی خدمات انجام دیتے۔ کچھ دنوں کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ مجھ سے پہلے کوئی بندۂ خدا آ کر کام کر جاتا ہے۔ کھوج لگایا۔ کافی دنوں کے بعد دیکھا کہ صدیق اکبرؓ اس ضعیفہ کی خدمات کی سعادت سے بہرہ یاب ہو کر نکل رہے ہیں تعجب ہو کر کہا اے خلیفہ رسولؐ! کیا روز آپ ہی سبقت کر جاتے ہیں۔ جب تک دُنیا میں ایسے امیر اور

# خدام الدین لاہور

[illegible]


ایسے عوام رہے۔ کامیابی نے ان کی قدم بوسی کی۔ ہر طرف خوشی ہی خوشی، مسکراہٹ ہی مسکراہٹ! پھر جب ایسے اکابر کا پیدا ہونا ختم ہو گیا تو ہم نے اس سے قبل والی حالت دوبارہ دیکھی۔ ایسے اکابر مسلمانوں کو نصیب ہوئے خصوصاً ہمارے اس ارض پاک پر کہ جنہوں نے عوام کو غریبوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا۔ محلات تعمیر ہوئے، عیش و عشرت کے سامان، وعدہ فراموش، جھوٹے حکمران ہمیں میسر آگئے۔ قوم کے خزانے کو اپنی ملکیت سمجھا۔ غریبوں کے ساتھ وعدے کرنے والے نگل گئے غریبوں کو۔ اپنی کوٹھیوں کے در و دیوار پر تو ریشمی پردے لٹکا دیئے اور غریبوں کے بچے سردی کی وجہ سے ٹھٹھر کر مر گئے۔ انہوں نے اپنے کتوں کو مکھن کھلایا اور غریب کی اولاد کو دو وقت کا کھانا میسر نہ آیا۔ غریبوں کی بہو بیٹیوں کو زیب و زینت کی کوئی چیز میسر نہ آئی اور ان بیگمات کے لیے ہزاروں روپے کی عطر و لپ اسٹک کی شیشیاں بیرون ملک سے منگائی گئیں۔ یہ وعدہ خلاف راہبر ہمارے مزید قوم کو دھوکہ دہی کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اگر عوام اس ملک میں وہ نظام جس نے غربت و افلاس کو دور کیا تھا اب پھر چاہتے ہیں تو ان لوگوں کا ساتھ دیں جن سے کچھ امید ہو۔ یقیناً ہمارے اکابر اگر خدا نے کامیاب کیا تو اس ملک میں خلفاء راشدین کے دور کی یاد تازہ کریں گے۔ پھر وہی خوشی، مسکراہٹ نظر آئے گی۔ خدا کرے ایسا ہو۔ آمین!

؎ شاید کہ ترے دل میں اتر جائے مری بات